تذکرہ

حضرت علامہ مولانا

محمد قطب الدین چشتی فاروقی

رحمۃ اللہ علیہ



مؤلف

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری

سوفٹ کاپی کنورٹر:

عتیق الرحمان چشتی فاروقی

جامعہ فاروقیہ تحفیظ القرآن

منشی اوتاڑ ضلع بہاولنگر 0301-7683886

الْبَرَکَۃُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ (الجامع الصغیر)

تذکرہ

حضرت علامہ مولانا محمد قطب الدین چشتی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری

سوفٹ کاپی کنورٹر:

عتیق الرحمان چشتی فاروقی

شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ فاروقیہ تحفیظ القرآن منشی اتاڑ

0301-7683886

نام کتاب	:	تذکرہ حضرت مولانا محمد قطب الدین چشتی فاروقی علیہ الرحمۃ
نام مصنف	:	پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری
طبع	:	1441ھ، 2019ء
ناشر	:	شعبہ نشر واشاعت جامعہ فاروقیہ تحفیظ القرآن منشی اناڑ
کمپوزنگ	:	محمد آصف خلجی/اشریف خلجی پرنٹرز 0334-7025126
قیمت	:	

ملنے کے پتے

ا: جامعہ فارقیہ تحفیظ القرآن منشی اناڑ منچن آباد ضلع بہاولنگر

۲: مدرسہ تحفیظ القرآن مسجد باغ علی، بائی پاس روڈ منچن آباد

سوفٹ کاپی کنورٹر:

عتیق الرحمان چشتی فاروقی

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
عرض مؤلف	
دل کی بات	
وطن مالوف	1
منشی اتاڑ	1
والدین کریمین	2
ولادت باسعادت	3
چشتی فاروقی	4
تعلیم وتربیت	6
مدرسہ بھاگ سر	6
مدرسہ عربیہ قادریہ محمد پور سنساراں	7
مدرسہ منڈی صادق گنج	7
دارالعلوم دیوبند کی تیاری	8
جامعہ خیرالمدارس ملتان	8
جامعہ عباسیہ بہاولپور	9
مدرسہ قاسم العلوم، جمعیت خدام الدین شیرانوالہ لاہور دورہ تفسیر	9
تدریس	10
سرکاری مدارس میں تدریس	10
دینی مدارس تدریس	11
مدرسہ عربیہ قادریہ محمد پور سنساراں	11
مدرسہ فاروقیہ تحفیظ القرآن	12
شاخیں	13
آپؒ کے ممتاز شاگردان رشید	14
سیرت وخصائل	15
تحمل وبردباری	15
تواضع	16
صبرواستقامت	17
مقصد سے وابستگی	18
نقوش زندگی	21
حلیہ مبارک	21
لباس	21
چال ڈھال	21
گفتگو	22
خوراک	22
ازدواج واولاد	24
اولاد	25
تصوف وسلوک	27

مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت 28
مولانا عبید اللہ انورؒ سے فیض 28
دین پور شریف اور شجاع آباد کے
کے بزرگان سے تعلق 28
مولانا عبدالہادیؒ دین پوری 29
مولانا عبداللہ بہلویؒ شجاع آبادی 29
اہل تصوف نے باندھی ہے دستار
فضیلت آپ کے سر پر 29
مریدین کے لئے معمولات 30
حضرت اقدس کے مریدین کیلئے
معمولات یومیہ 30
سلسلہ عالیہ قادریہ 32
خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت 34
مولانا غلام قادرؒ، مولانا محمد شریفؒ
مولانا قطب الدین فاروقیؒ ہدایت
کے تین ستارے 36
ورثہ قادرؒ کے ترجمان 37
مولاناؒ کی سیاسی زندگی 40

سفرِ حج 42

مولاناؒ کے تین حج 43
والد محترم کے ساتھ پہلا حج اور
غار ثور کی چڑھائی 43
دوسرا حج 45
تیسرا حج، اہلیہ محترمہؒ کی معیت،
ریل کا حادثہ اور مدینہ منورہ کے
کتوں کا انصاف 46

تبلیغ 48

تبلیغی مصروفیات کا عرصہ 48
آپؒ کے مختلف اسفار کا ذکر 49
آپؒ کن نیک کاموں کی تبلیغ
کرتے تھے؟ 50
عشق رسول ﷺ 51
اصلاح نفس 54
تبلیغ کے لئے نبی الرحمہ ﷺ
کا مبعوث ہونا انسانوں پر احسان 55
اثر و تاثیر 57
دنیا کی بے ثباتی، آخرت کی تیاری
اور موت 59

غلط رسومات اور بدعات کی اصلاح	62
مرض اور وصال	65
ذراعمر رفتہ کو آواز دینا	65
تجہیز و تکفین	66
مرقد مبارک	67
بیماری کے دوران نماز اور دیگر معمولات	67
بڑے ماموں جی	69

وطن مالوف

ع ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں

کیوں

ع کہ شاہین بناتا نہیں آشیانہ

آپ کے والد محترم پیر غلام فرید چشتیؒ تقریباً 1860ء میں نیب وال ضلع پاکپتن پیدا ہوئے مگر انہوں نے بھی نیب وال کو وطن مالوف کا درجہ نہ دیا۔ آپکی والدہ محترمہ جوئیہ خاندان سے تھیں، جو موضع جوئیہ جہانگیر اور غالباً پیر گھر منچن آباد کا مکین تھا، لہذا آپ یہاں بھی کچھ عرصہ رہے، کچھ زمانہ آپ نے مٹیلی ریاست بیکانیر ہندوستان میں گزارہ۔ پھر نیب وال تشریف لے آئے لہذا باپؒ کی کس رہائش گاہ کو ان کے بیٹے قطب الدینؒ کا وطن مالوف قرار دیں شاید کہ:

؎ شاہین کے لیے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی

منشی اتاڑ

خاندان کے بزرگ اور علاقہ کے معمر افراد کہتے ہیں کہ ایک بار مٹیلی ہندوستان سے آپ واپس نیب وال تشریف لا رہے تھے تو راہ میں رات پڑ گئی، آپؒ نے رات گزارنے کیلئے منشی اتاڑ قیام کیا۔ آپ کو یہاں کے لوگوں کا پیار و سلوک اور گاؤں کے دیگر حالات بہت پسند آئے۔ آپ نے اپنی پسند کا تذکرہ اپنے یہاں کے واقف کاروں سے بھی کیا۔ ان لوگوں کو آپؒ کی پسندیدگی پر روحانی خوشی ہوئی۔ بات یہاں کے مکھیا منشی داس تک پہنچی۔ اس نے نہ صرف آپؒ کی پسندیدگی پر مسرت کا اظہار کیا بلکہ رہائش گاہ کی پیش کش بھی کر دی۔ یوں یہ سعادت مند گھرانہ نیب وال ضلع پاکپتن سے موجودہ منشی اتاڑ تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر چلا آیا۔

کہتے ہیں کہ نیب وال کے قریب بستی کھولا اُتم سنگھ میں آپؒ کا ستر (70) ایکڑ رقبہ بھی تھا۔ منشی اتاڑ کے شوق میں وہ رقبہ فروخت کر دیا اور پھر انقلاب کے بعد یہاں سے تقریباً 140 ایکڑ رقبہ خرید لیا۔ یوں یہ گاؤں مولانا قطب الدینؒ کی جائے پیدائش اور وطن مالوف بن گیا۔

والدین کریمین

والد محترم پیر غلام فریدؒ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے، قرآن مجید ناظرہ اور عربی، فارسی کی ابتدائی درجہ کی سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ البتہ معمولی درجہ کا لکھنا پڑھنا بھی آتا تھا۔ منشی اُتاڑ کی مسجد میں اور اکثر اوقات گھر میں بچوں اور بچیوں کو ابتدائی کتب عربی و فارسی اور ناظرہ قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے۔ ماشاء اللہ پابند صوم وصلوٰۃ تو تھے ہی، نفلی نمازیں تہجد، اشراق، چاشت، اوابین وغیرہ کا بھی پابندی سے اہتمام فرماتے۔ بزرگانِ دین سے مولانا غلام قادرؒ کے قافلہ صدق وصفا کے علماء کرامؒ علامہ حافظ گجراتیؒ سے بہت متاثر تھے۔ الحمدللہ ساری زندگی دین اور دینداری کی محبت و معاونت میں گزاری۔ خود اپنی زمین کاشت و برداشت کر کے غیور مسلمان کی طرح رزق کماتے اور کھاتے تھے، محنت کر کے کھانے کے عادی تھے اور یہی فقر غیور اپنی اولاد کو منتقل کر گئے کہ کسی پر بار بن کر یا کسی کے وسائل پر نگاہ رکھ کر زندگی نہ گزارنا کیونکہ ایسا مزاج حق کی راہ کا سب سے بڑا پتھر ہوتا ہے گویا:

؎ اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اور

؎ قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ

آپؒ کی والدہ محترمہ اماں جنت بیؒ قرآن مجید ناظرہ پڑھنا جانتی تھیں۔ البتہ نبی کریم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام سے محبت گویا ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ مولانا غلام قادرؒ کے بیسیوں اشعار خصوصاً جو نبی کریم ﷺ کے عشق میں تھے آپ کو یاد تھے۔ اللہ کریم کے گھر کی زیارت اور نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کی حاضری کا فریفتگی کی حد تک شوق تھا۔ اس شوق کی تکمیل کے لئے ہر جمعۃ المبارک کو گاؤں کی مسجد میں جا کر جھاڑو لگاتیں اور پھر

عاجزانہ دعائیں کرتیں ، اللہ کریم نے کرم فرما کر اپنی اس مخلص بندی کو 1973ء میں حج کی سعادت نصیب فرمائی ۔ میاں پیر غلام فرید چشتیؒ 1980ء میں اور مائی جنت بیؒ 26 جون 1989ء کو انتقال فرما کر صور پھونکنے کے انتظار میں فدائی شاہ میں قبرستان میں زمین اوڑھ کر سو رہے ہیں مگر دین کے غلبہ کا جذبہ و درد، پرچم توحید کی سربلندی و سرفرازی کے لئے جہد مسلسل اور عشق رسول ﷺ میں مرنے اور جینے کا شوق اور فکر اپنی اولاد کے لئے بطور وراثت چھوڑ گئے، جس کا بڑا حصہ مولانا محمد قطب الدین چشتی فاروقیؒ نے پایا۔

ع این سعادت بزور بازو نیست

ولادت باسعادت

آپؒ نے اسی منشی اتاڑ، تحصیل منچن آباد، ضلع بہاولنگر میں پیر غلام فرید چشتیؒ کے گھر خاتون اماں جنت بیؒ کے بطن مبارک سے رجب 1345ھ/31 مئی 1930ء کو ولادت پائی۔ والدین نے نام محمد قطب الدینؒ رکھا البتہ خاندانی حسب ونسب کی وجہ سے محمد قطب الدین چشتی فاروقیؒ کہلائے ،عوام الناس بسا اوقات پیار سے ’’چشتی بابا‘‘ اور ’’چشتی باوا‘‘ بھی کہا کرتے تھے۔ البتہ قارئین کرام کی دلچسپی کیلئے اس مبارک نام ’’محمد قطب الدین چشتی فاروقی‘‘ کی کچھ تفصیل درج کرتے ہیں۔

قطب الدینؒ جب میاں پیر غلام فریدؒ اور والدہ محترمہؒ اس نومولود کا نام قطب الدینؒ رکھ رہے تھے تو غالباً ان کے سان وگمان میں بھی کہیں یہ بات نہ ہوگی کہ اللہ کریم کے فضل وکرم سے بڑا ہو کر یہ ہونہار، سعادت مند بچہ دین کا محور، دین کا ستون، دین کے قافلہ صدق ووفا کا رہنما و سردار اور حدی خواں ہوگا، مگر آسمان کی بوڑھی آنکھ اور زمین پر چلنے والوں نے اپنی آنکھوں دیکھا کہ اللہ کریم کے کرم واحسان، والدین اور ’’اساتذہ کرام‘‘ کی تعلیم وتربیت، اپنی شبانہ روز کوشش وکاوش اور انتھک جہد مسلسل سے آپ واقعی قطب الدینؒ بن گئے ،قطب کے معانی محور، ستون، رہنما، سردار اور رہبر کے ہیں، اللہ کریم نے اپنے کرم سے یہ تمام معانی بطور صفات اپنے اس نیک بندہ

میں پیدا فرما دیئے ہیں کہ

ع کہ قدرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنابندی

سنا ہے کہ والدین نے یہ اچھا نام حضرت بابا فرید الدین چشتی گنج شکرؒ کے پیر و مرشد حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے اسم مبارک پر رکھا۔ البتہ مقام شکر ہے کہ اللہ کریم نے پیر غلام فریدؒ اور اماں جنت بیؒ کے رکھے ہوئے نام قطب الدین کو شرف قبولیت سے نواز کر ان کے بیٹے کو واقعی دین کا قطب بنا دیا۔

چشتی فاروقی

خاندان چشتیہ کا نام زبان پر آتے ہی اس خاندان کی دینی خدمات، روحانی کمالات اور اصلاح امت مسلمہ کے لئے ان کے احسانات کو یاد کر کے سر عجز و نیاز سے خم اور آنکھیں عقیدت و محبت سے جھک جھک جاتی ہیں۔ اس عالی مرتبت خاندان کے جد امجد جوامت مسلمہ کے محسن ہیں۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے تین پوتے حضرت موج دریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تاج سرورؒ اور حضرت خواجہ محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مؤخر الذکر دونوں بزرگ پرانی چشتیاں ضلع بہاولنگر کے قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔ اس عالی مرتبہ رشتہ کی وجہ سے آپ چشتی کہلاتے ہیں۔ اس مبارک سلسلہ نسب کی سنہری کڑیوں کا شمار کیا جائے تو وہ حضرت فاروق اعظم عمر رضی اللہ عنہ سے جا ملتی ہیں۔ اس سلسلہ نجابت کی بنا پر آپ فاروقی تھے۔

فاولئک آبائی فجئنی بمثلھم

(یہ ہیں میرے آباؤ اجداد ان کی مثل مجھے لا کر تو دکھاؤ)

آپ کے والد محترمؒ دو بار شادی کے بندھن میں بندھے اور دونوں بندھنوں سے اولادیں ہوئیں۔

پہلا نکاح گاؤں جوئیہ (جویاں) میں آپ کے ماموں کے گھر ہوا، اس سے ایک بیٹی مائی غلام فاطمہؒ اور ایک بیٹا محمد اسحاقؒ ہوئے۔ دونوں آخرت کے مسافر بن گئے ہیں۔ دوسرے نکاح جو

اماں جنت بیؒ سے ہوا، اس سے تین صاحبزادگان حضرت مولانا محمد قطب الدینؒ، حافظ محمد الدینؒ اور مولانا بشیر احمد چشتیؒ اور دو بیٹیاں مائی زیب الہی اور مائی کرم الہی پیدا ہوئے۔ مرد تینوں اللہ کریم کو پیارے ہوگئے اور خواتین دونوں بہنیں ابھی بفضل اللہ زندہ ہیں۔ مولاناؒ عمر میں ان تمام بہن بھائیوں سے بڑے تھے۔

تعلیم وتربیت

مدرسہ بھاگ سر

جب بچپن سے لڑکپن کی منزل میں داخل ہوئے تو آپؒ کوابتدائی تعلیم کیلئے بھاگ سر کے دینی مدرسہ کے استاد محترم مولانا محمد عقیلؒ کے ہاں داخل کرادیا گیا۔مدرسہ عربیہ بھاگ سر مولانا غلام قادرؒ کے قائم کردہ مدارس عربیہ میں سے ایک تھا جسے حضرت مولانا محمد عقیل رحمۃ اللہ علیہ چلارہے تھے مولانا محمد عقیل رحمۃ اللہ علیہ قیام پاکستان کے بعد بھاگ سر سے ہجرت کرکے علی پور ضلع مظفر گڑھ آ گئے، وہیں آج کل زیر زمین محواستراحت ہیں۔اللہ کریم انکی قبر پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔مولانا نہایت قابل اور مشفق استاد تھے انکی علمی قابلیت، دینی وجاہت اور شفقت کے تذکرے دور دور تک تھے، بقول متنبیؒ

ع وماالدھرالامن رواہ قصائدی

(زمانہ تو صرف میرے اشعار کے بیان کرنے والوں کا ہی نام ہے).

پیر غلام فریدؒ بھی ان کے تذکرے سن چکے تھے، پھر میٹلی جہاں پیرؒ کے سسرال اور مولانا قطب الدینؒ کے ننھیال آباد تھے آپ کا آنا جانا لگا رہتا تھا پھر بلکہ ایک زمانہ میٹلی قیام پذیر بھی رہے،لہذا آتے جاتے اس مدرسہ اوراس کے استاد محترم کی خوبیاں سن کر بہت متاثر تھے،لہذا اپنے لختِ جگر قطب الدینؒ کونور علم سے منور ہونے کے لئے یہاں مولانا محمد عقیلؒ کی خدمت میں چھوڑ گئے۔ گرچہ فریدسر منشی اتاڑ سے بہت دور پڑتا تھا اس زمانہ میں آپؒ کے پاس کسی سواری کی سہولت میسر نہ تھی۔مگر یہ سفر پیدل طے کرکے بھوکے پیاسے یہاں آکر پڑھتے رہے۔
صادقیہ نہر کوعبور کرکے جنوبی طرف کا علاقہ اکثر ریگستانی اور بیابانی تھا مگر آپؒ اُسے شوق علم میں عبور کرتے رہے

؎ اے باد بیابانی مجھ کوعنایت ہو
خاموشی ودلسوزی، سرمستی ورعنائی

بھاگ سر میں ڈھکو برادری کے رقبہ جات تھے۔ یہ لوگ شروع ہی سے دین کے مخلص اور جانثار معاون رہے ہیں۔ کاٹ جھگے والی کے بزرگوں نے بتایا کہ اس مدرسہ کی کامیابی اور طلبہ کا دور دراز علاقوں سے یہاں کھچے چلے آنا اسکی ایک بڑی وجہ ڈھکو برادری کا طلبہ سے فیاضانہ سلوک تھا۔ یہ کریم النفس لوگ طلبہ کا بہت خیال کرتے ان کے طعام وقیام کے سارے اخراجات ثواب سمجھ کر خوش دلی سے برداشت کرتے تھے، لہذا منچن آباد، بہاولنگر، ہارون آباد اور غیر منقسم ریاست بیکانیر کے طلبہ یہاں تعلیم پانے آتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد یہ دین کے دردمندان بھاگ سر سے ضلع بہاولنگر کے مختلف علاقوں میں ہجرت کر گئے، تو یہ مدرسہ بھی ساتھ ہی کہیں ہجرت کر گیا۔ مگر کہاں؟ ایسے دینی مدارس کے قدیم نظام میں ابتدأ قرآن کریم ناظرہ اور حفظ، فارسی کی ابتدائی کتب مثلاً شیخ سعدیؒ کی کریما، گلستان، بوستان اور زلیخا، سکندرنامہ وغیرہ اور عربی صرف ونحو (گرائمر) کی ابتدائی کتب مثلاً صرف بہائی اور نحو میر وغیرہ پڑھائی جاتی تھیں۔ لہذا غالب قیاس یہی ہے کہ آپؒ نے ابتدأ یہاں یہ تمام کتابیں پڑھی ہونگی۔

مدرسہ عربیہ قادریہ محمد پور سنساراں

مدرسہ بھاگ سر سے ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ مولانا غلام قادرؒ کے مدرسہ عربیہ قادریہ آگئے، یہاں آپ نے ابتدائی کتب حدیث اور فقہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تجوید قرآن بطور فن حاصل کی، یہاں آپ کے اساتذہ کرامؒ میں نمایاں مولانا محمد امیر ڈھڈیؒ، مولانا محمد شریفؒ، مولانا علی احمد سکندریؒ اور مولانا بشیر احمدؒ تھے۔ شعبہ تجوید قرآن میں آپ نے حضرت قاری نور حسنؒ، قاری سعید احمد مدنیؒ، اور قاری نذیر احمدؒ سے فیض پایا۔ یہاں آپؒ نے چھ سال تک مراحل تعلیم طے کیے اسی دوران آپ کا قلبی تعلق مولانا محمد امیرؒ اور مولانا محمد شریف وٹوؒ سے قائم ہوا جو زندگی بھر کا ساتھ نبھانے کا ذریعہ بن گیا، یہ تفصیل آگے آئی گی انشاءاللہ۔

مدرسہ منڈی صادق گنج

یہ مدرسہ مولانا غلام قادرؒ ہی کا قائم کردہ تھا۔ یہ مدرسہ، مدرسہ عربیہ قادریہ یا جامعہ

صادقیہ عباسیہ مخزن آباد کے ہم پلہ نہ تھا مگر یہاں ایک عرصہ میں مولانا محمد رمضان تونسویؒ بطور امام واستاد مقرر کیے گئے، مولاناؒ حدیث اور فقہ پر گہری بصیرت و بصارت رکھتے تھے، مولانا قطب الدینؒ کو حدیث کے کسی حصہ کی خصوصی تعلیم و تفہیم کیلئے یہاں بھیجا گیا آپؒ نے مولانا محمد رمضانؒ کے ساتھ رہ کر دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

دارالعلوم دیوبند کی تیاری

دورہ حدیث کی تیاری کی تمام کتب کی تکمیل کے بعد آپؒ نے دارالعلوم دیوبند جانیکی تیاری کی مگر تقسیم پاک وہند کے بعد حالات کی ناسازگاری نے اس ارادہ پر عمل نہ ہونے دیا اور آپ نے اساتذہ کرام کے مشورہ سے جامعہ خیر المدارس ملتان جانے کا ارادہ کیا۔

جامعہ خیر المدارس ملتان

خیر المدارس وہی مدرسہ تھا جسے مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے غیر منقسم پاک و ہند کے ضلع جالندھر میں قائم کیا تھا، پھر قیام پاکستان کے بعد جب یہ دونوں بزرگ پاکستان کے شہر ملتان تشریف لائے تو خیر المدارس کو بھی ساتھ لائے۔ یہاں پاکستان بھر بلکہ بیرون ملک کے طلبہ بھی آ کر زیور تعلیم سے آراستہ ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں یہ پاکستان کی نمایاں ترین اسلامی علوم کی جامعات میں ایک ہے۔

آپؒ نے دورہ حدیث کی تکمیل کیلئے 1368ھ میں خیر المدارس میں داخلہ لیا اور یہاں ایک سال رہ کر دورہ حدیث کی سند 1370ھ میں حاصل کی۔ یہاں آپؒ نے جن فاضل علماء کرامؒ سے اکتساب فیض کیا ان میں نمایاں حضرت مولانا خیر محمدؒ، مولانا مفتی محمد عبداللہؒ، مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوریؒ اور مولانا عبدالشکورؒ تھے۔ خصوصاً حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے فقہ کی تعلیم پائی مولاناؒ فقہ کے بڑے محقق عالم تھے انکی مختصر مگر جامع کتاب ''نماز حنفی'' دینی مدارس کے بالکل ابتدائی طلبہ کو آج بھی درساً پڑھائی جاتی ہے۔

جامعہ عباسیہ بہاولپور

سابقہ ریاست بہاولپور کے دینی درد رکھنے والے عباسی خلیفہ نے اس جامعہ کا باقاعدہ آغاز 1925ء میں کیا۔ سرکاری سرپرستی میں چلنے والی یہ نمایاں یونیورسٹی تھی۔ اس میں پاک وہند کے طلبہ تعلیم پاتے تھے۔ مولاناؒ نے بھی 1951ء میں اس جامعہ سے علامہ کی ڈگری امتیازی حیثیت سے حاصل کی اس ڈگری کی بدولت کچھ عرصہ محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے اور رفیق العلماء مڈل سکول محمد پور سنساراں کے صدر مدرس بھی رہے بعد میں دینی کتب کی تدریسی مصروفیت کی وجہ سے اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔

مدرسہ قاسم العلوم، جمعیت خدام الدین شیرانوالہ لاہور دورہ تفسیر

مذکورہ بالا مدارس و جامعات میں رہ کر حدیث وفقہ میں آپ مروجہ نصاب کے مطابق کمال حاصل کر چکے مگر قرآن کریم کی تفسیر کے علم کے حصول میں ابھی تشنگی باقی تھی۔ اس زمانہ میں شیرانوالہ دروازہ لاہور کے مدرسہ قاسم العلوم میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ دورہ حدیث کے فارغ التحصیل طلبہ کو دورہ تفسیر کرایا کرتے تھے۔ آپؒ نے کتاب اللہ کے علم تفسیر میں وافر حصہ پانے کیلئے یہاں حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں رہ کر دورہ تفسیر کی تکمیل اور 1369ء میں سند فراغت حاصل کی، سند پر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دستخط ہیں۔

تدریس

زیورِ تعلیم سے آراستہ ہونے کے بعد آپؒ نے ساری زندگی تدریس وتبلیغ میں گذاری۔ کس قدر قابلِ رشک زندگی تھی جو اللہ کریم کا دین پڑھانے، سکھانے اور دعوت میں گذر گئی ایسے سعادت مند افراد بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں

شادم ز زندگی خویش کہ کار کردم

آیئے پہلے آپؒ کی تدریسی خدمات کا احاطہ کر لیتے ہیں۔

آپ کی تدریسی زندگی کو باسانی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

ا۔ سرکاری مدارس میں تدریس

۲۔ دینی مدارس میں تدریس

سرکاری مدارس میں تدریس

سرکاری سے ہماری یہاں مراد وہ مدارس ہیں جو "رفیق العلماء" کے نام سے بڑے بڑے دینی مدارس کے ساتھ ضم کئے گئے تھے۔ ایسے مدارس کا آغاز حکومت نے 1951ء میں کیا ان کے نصاب میں دینی کتب کے ساتھ ساتھ مڈل تک سرکاری مدارس کا نصاب بھی شامل کیا گیا تھا۔ مولاناؒ چونکہ جامعہ عباسیہ بہاولپور سے علامہ کے سند یافتہ تھے آپؒ کا تقرر بطور اوٹی (استاد علوم شرقیہ) ہوا۔ رفیق المدارس کی پہلی شاخ مدرسہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد کے ساتھ کھولی گئی۔ مولانا محمد امیر ڈھڈیؒ جو اس مدرسہ صادقیہ عباسیہ کے انتظام کے معاون تھے انہوں نے موقعہ غنیمت جان کر خود بہاولپور تشریف لیجا کر مولانا قطب الدینؒ کی یہاں صادقیہ عباسیہ میں تقرری کا پروانہ لیکر آئے۔

ع نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ کی

یہاں آپؒ نے دس سال تک پڑھایا، پھر یہ مدرسہ مولانا محمد شریف وٹوؒ کی خواہش پر محمد پور سنساراں منتقل ہو گیا، آپؒ بھی یہاں تشریف لے آئے اور آپؒ ترقی کرتے کرتے صدر

مدرسہ کے عہدہ تک پہنچ گئے جہاں دیگر اساتذہ کرام بہت عرصہ گذار کراور تجربہ حاصل کر کے پہنچے ہیں، بقول شاعر

ع تو و قطع منازلھا و من یک لغزش پائے

یہ وہ وقت تھا جب آپ کی تبلیغی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں اور آپ کی لیاقت، محنت اور تجربہ کی وجہ سے دینی درسگاہیں آپ کی منتظر تھیں، لہذا آپ نے 31 مئی 1983ء کو مولانا محمد شریف وٹوؒ کے اصرار پر رفیق العلماء محمد پور سنساراں سے مستعفی ہوکر مدرسہ عربیہ قادریہ محمد پور سنساراں میں مستقل چلے آئے۔

دینی مدارس میں تدریس

آپؒ نے جن دینی مدارس میں دینی تعلیم /علوم پڑھائے وہ رورہی ہیں۔

ا۔مدرسہ عربیہ قادریہ محمد پور سنساراں

۲۔مدرسہ فاروقیہ تحفیظ القرآن منشی اتاڑ

آیئے ان کا الگ الگ ذکر کرتے ہیں۔

ا۔مدرسہ عربیہ قادریہ محمد پور سنساراں

1983ء میں جب آپؒ گورنمنٹ رفیق العلماء مڈل سکول محمد پور سنساراں میں صدر مدرس تھے۔آپؒ نے اپنے آپ کو صرف خدمت دین ہی کیلئے وقف کرنے کیلئے سرکاری ملازمت کو ترک کرنے پر آمادہ رہنے لگے۔آخر مئی 1983ء کو اس سرکاری عہدہ جو بظاہر مادی اور دینوی طور پر پرکشش تھا____ کو آپؒ نے خدمت دین کے لئے ترک کردیا۔قرآن کریم میں ایسے ہی مخلص کیلئے ارشاد مبارک ہے۔

ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین(سورۃ الانعام162)

(یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگانی اور میری موت اللہ کریم کیلئے ہے جو دو جہانوں کا پالنہار ہے)

اور بقول شاعر اسلامؒ

؎ دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

استعفیٰ دیکر آپؒ حضرت مولانا محمد شریف وٹو ــــــ جو آپؒ کے استاد محترم بھی تھے ــــــ کی ترغیب پر مدرسہ عربیہ قادریہ کے محترم اساتذہ کرام کی صف میں شامل ہو گئے۔ یہاں آپؒ نے تقریباً 50 سال تک پڑھایا۔ آپؒ نے یہاں طلبہ کو مشکوۃ شریف، فقہ میں قدوری اور صرف ونحو کی کتابیں مثلاً صرف بہائی، نحو میر، کافیہ، شرح جامی وغیرہ پڑھاتے رہے، مگر دعوت وارشاد کی مصروفیات اس قدر بڑھیں کہ آپؒ نے 1414ھ/1994ء میں اپنے عزیز شاگرد مولانا معین الدین وٹو مہتمم مدرسہ عربیہ قادریہ محمد پور سنساراں کے بار بار انکار کے باوجود اجازت لیکر مدرسہ سے فارغ ہو گئے۔ گو طلبہ ایک بہترین استاد اور اساتذہ کرام ایک مخلص ساتھی سے محروم ہو گئے مگر عوام الناس کے روز افزوں تبلیغی پروگرام کے مطالبات کے سامنے آپؒ کو مدرسہ عربیہ قادریہ چھوڑنا پڑا، ساتھ ساتھ آپؒ اپنے قائم کردہ مدرسہ فاروقیہ تحفیظ القرآن کی نگرانی اور ترقی کیلئے آپؒ مدرسہ عربیہ قادریہ سے فارغ ہو گئے۔

۲۔ مدرسہ فاروقیہ تحفیظ القرآن

اس عظیم الشان مدرسہ کا آغاز منشی اتاڑ کی اس چھوٹی سی مسجد سے ہوا جو آپؒ کے والد محترم میاں غلام فریدؒ نے اس گاؤں کے مکھیا (نمبردار) منشی داس سے زمین لیکر بنوائی تھی، یہ تقسیم پاک وہند سے قبل کا واقعہ ہے میاں غلام فریدؒ کے چونکہ اس ہندو نمبردار سے ذاتی مراسم تھے جو آپ کو کھولا اُتم سنگھ تحصیل وضلع پاکپتن سے یہاں لے آئے تھے آپؒ نے منشی داس سے مسجد کیلئے زمین مانگی اس نے بخوشی کہہ دیا، جہاں چاہیں بنالیں۔ اس مسجد میں بچوں کا مکتب بھی تھا، جسے آپؒ کی مخلصانہ کوششوں اور اہل علاقہ اور خصوصاً اہل منشی اتاڑ کے تعاون کی قدردانی کرتے ہوئے اللہ کریم نے ''جامعہ فاروقیہ تحفیظ القرآن'' کا جود بخشا۔ یہ 1968 کا سال تھا۔

آپؒ اس مدرسہ کے مہتمم بھی تھے، مدرس بھی تھے، مبلغ بھی تھے، معاون بھی تھے۔

ع اے مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم

شاخیں

آپؒ کی زندگی میں ہی اس جامعہ نے ترقی کی منازل طے کیں، یہاں علاقہ کے بچے اور بچیاں نور علم وعرفان سے منور ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔اب یہاں تقریباً 150 طلبہ اور 250 طالبات زیر تعلیم ہیں۔جامعہ کی شاخیں اب آس پاس کے دیہات اور شہروں میں کھل رہی ہیں۔جس وقت یہ سطور لکھی جارہی ہیں اس جامعہ کی تقریباً 9 شاخیں کام کر رہی ہیں۔

۱۔مدرسہ تحفیظ القرآن بستی اسماعیل پور بلوچاں

۲۔مدرسہ تحفیظ القرآن بستی لقمان بھٹی

۳۔مدرسہ تحفیظ القرآن اڈا عدلانہ چوک

۴۔مدرسہ تحفیظ القرآن المعروف بستی کاوے کا چکوکا

۵۔مدرسہ تحفیظ القرآن بھینی نور محمد نوناری فدائی شاہ

۶۔مدرسہ تحفیظ القرآن دار نبی احمد جوئیہ جہانگیر (مرزیکا)

۷۔مدرسہ تعلیم القرآن چوک صدیق اکبر موضع منشی اتاڑ

۸۔مدرسہ تحفیظ القرآن مسجد باغ علی، بائی پاس روڈ منچن آباد

جامعہ فاروقیہ تحفیظ القرآن منشی اتاڑ میں آپؒ نے ابتدائی سالوں میں نظامت کے ساتھ ساتھ دورہ حدیث کی طالبات کو صحاح ستہ: صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، ابوداؤد میں بعض پڑھائیں، مگر تبلیغی اسفار کے روز افزوں اضافہ کی وجہ سے آپؒ نے یہ سوچ کر کہ یوں طالبات حدیث سے انصاف نہ کرسکوں گا تبلیغی اسفار میں پڑھانا بند کر دیا اور قابل اور محنتی اساتذہ کرام کو تلاش کر کے بچیوں کی تعلیم کیلئے تعینات کیا۔اللہ کریم کے فضل وکرم سے یہ کار خیر آج تک جاری ہے آپؒ کے سعادت مند صاحبزادگان حافظ سعید احمد فاروقی، حافظ مسعود احمد فاروقی اور حافظ مقبول احمد فاروقی اپنے والدؒ کے اس گلشن محمدی کی رکھوالی، آبیاری اور ترقی کیلئے دن رات

کوشاں ہیں۔

آپؒ کے ممتاز شاگردان رشید

آپؒ کی تدریسی زندگی نصف صدی سے زیادہ پر محیط ہے، آپؒ سے جن سعادت مند افراد نے فیض پایا، ان کی فہرست بہت طویل ہے البتہ عوام کی آگاہی اور علاقہ کے لوگوں کی معلومات کے لئے چند نمایاں افراد کے نام درج کئے جا رہے ہیں، اللہ کریم کرے دنیا میں یہ نیکی نامی اور آخرت میں بخشش کا ذریعہ بنیں (آمین)۔

۱۔ مولانا قاری محمد الیاس صاحب، سابق صدر شعبہ تجوید مدرسہ صادقیہ عباسیہ (مرحوم)

۲۔ مولانا معین الدین صاحب، مہتمم جامعہ صادقیہ عباسیہ (زندہ)

۳۔ مولانا سعید احمد صاحب، سابق ناظم صادقیہ عباسیہ (مرحوم)

۴۔ مولانا علی محمد صاحب، سابق مدرس صادقیہ عباسیہ (مرحوم)

۵۔ مولانا محمد فاضل بلو صاحب (مرحوم)

۶۔ مولانا محمد امین بلوچ صاحب (مرحوم)

۷۔ مولانا قاری نذیر احمد صاحب گھوڑے شاہ لاہور (زندہ)

۸۔ مولانا پیر شاہ سوار بودلہ صاحب (مرحوم)

۹۔ مولانا سید محمد عبداللہ شاہ صاحب فدائی شاہ (زندہ)

۱۰۔ مولانا سید عبدالہادی شاہ صاحب فدائی شاہ (زندہ)

۱۱۔ مولانا مفتی محمد عثمان صاحب فدائی شاہ (زندہ)

۱۲۔ مولانا محمد شفیع ڈھڈی صاحب پاکپتن (مرحوم)

۱۳۔ مولانا محمد علی دین پوری سابق ضلعی خطیب بہاولنگر (مرحوم)

۱۴۔ مولانا احمد الدین سابق ضلعی خطیب اوقاف (مرحوم)

۱۵۔ مولانا عاشق الٰہی ڈسٹرکٹ خطیب اوقاف (مرحوم)

سیرت وخصائل

تحمل وبردباری

تحمل اور بردباری انسانی طبیعت ومزاج اور عادات اور برتاؤ کا حسن ہے۔اللہ کریم کا جو پسندیدہ بندہ جتنا متحمل اور بردبار ہوگا اتنا ہی اللہ کریم اور اس کے بندوں کے نگاہ ودل میں پر وقار ہوگا۔

مولاناؒ ایک متحمل اور بردبار انسان تھے،گھر میں ہوں یا باہر،طلبہ میں ہوں یا احباب میں،اپنے ہم خیال لوگوں میں یا مختلف الخیال افراد میں،عقیدت مندوں میں ہوں یا عوام میں تحمل اور بردباری ان کا حسن بن کر رہے۔ان کے صاحبزادے حافظ سعید احمد فاروقی صاحب کہتے ہیں: والد محترمؒ نے گھر میں بلند آواز سے نہ کسی کو سمجھایا نہ پکارا،نہ کبھی جھگڑا نہ تو تکار،نہ کبھی غصے میں برا نام نہ پھٹکار کرتے،ہمیشہ محبت اور نرم لہجہ میں بات کرتے گویا

ع جز نغمہ محبت سازم نوا ندارد

کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔کبھی اولاد کی کسی ناگوار بات پر یا عقیدت مندان اور عام ملنے والوں کی کسی ناپسندیدہ حرکت پر غصہ آ ہی جاتا تو ضبط وخاموشی سے کام لیتے۔گویا کریم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل پیرا تھے،

لَیۡسَ الشَّدِیۡدُ بِالصُّرۡعَةِ ، اِنَّمَا الشَّدِیۡدُ الَّذِیۡ یَمۡلِکُ نَفۡسَهٗ عِنۡدَ الۡغَضَبِ.[۱]

ترجمہ: پہلوان وہ نہیں جو مقابل کو پچھاڑ دے،پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

ناکارہ مؤلف نے ان کا زمانہ پایا ہے،انہیں دیکھا اور سنا بھی،آج تک کسی نے یہ نہیں بتایا کہ مولاناؒ مجھ سے کسی بات پر الجھے۔ہاں اگر اللہ کریم اور نبی کریم ﷺ کے احکام کے خلاف کوئی

۱۔ متفق علیہ،بخاری،ج ۱۰،حدیث نمبر ۶۱۱۴۔مسلم: حدیث نمبر ۲۶۰۹

برملا جرأت کرتا تو خاموش رہنا گوارہ نہ ہوتا، البتہ عام کاروبارحیات میں وہ مسلمانوں کی ناگواریوں کوبھی گوارہ کرلیتے، گویا اللہ کریم کے اس حکم پر پوری طرح عمل پیرا تھے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاس (آل عمران ۱۳۴)(۱)

ترجمہ: اوروہ اللہ کریم کے پیارے بندے، غصہ کوضبط کرنے والے اور عام لوگوں کو(ان کی معمولی غلطیوں پر) معاف کرنے والے ہوتے ہیں۔

تواضع

تواضع انسانی شخصیت وکردار کی زینت ہے۔جس انسان میں جتنی زیادہ یہ خوبی ہوگی وہ اتنا ہی اللہ کریم اوراس کے بندوں کی نگاہ میں خوبصورت اور قابل محبت ہوگا، کریم ﷺ نے فرمایا۔

مَا تَوَاضَعَ اُحدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ(۲)

ترجمہ: اللہ کریم کی رضا جوئی کیلئے کوئی انسان بھی فروتنی (عاجزی) اختیارنہیں کرتا مگر اللہ کریم اس کا رتبہ(اپنے ہاں) بلند فرمادیتے ہیں۔

تواضع ایسا انسانی حسن وکمال ہے، جس سے بہت کم خوش نصیب ہی بہرہ ور ہوتے ہیں، آپ بھی انہی معدود چند چیدہ اشخاص میں سے تھے جنہیں قادرکریم آقا نے تواضع کے حسن سے نوازا ہوا تھا۔ماشاءاللہ ان کے مزاج میں الجھاؤ نہیں سلجھاؤ تھا، تیزی نہیں دھیما پن تھا، تلخی نہیں لطافت تھی، کرختگی نہیں حلاوت تھی۔

ے یہ حسن ولطافت کیوں، وہ قوت وشوکت کیوں؟
بلبل چمنستانی، شہباز بیابانی

تکلف نہیں تواضع تھی، گویا بقول خواجہ فرید الدینؒ

ا۔القرآن: سورۃ آل عمران آیت 134

۲۔مسلم: حدیث نمبر 64-2865

؎ فریدا ایسا ہو رہو، جیسا ککھ مسیت
پیرا تھلے لتاڑیئے نہ چھوری پریت

ترجمہ: فریدا ایسے زندگی گزار جیسا مسجد میں پڑا گھاس پھوس کا تنکا، اسے جتنا اور جیسے پاؤں تلے مسلتے رہو وہ تنگ آ کر مسجد سے باہر جانے اور مسجد سے اپنا رشتہ توڑنا نہیں پسند کرتا۔

مسلمان ماہرین نفسیات کا آزمودہ اور مجرب اصول ہے کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی _____ قطع نظر اس کے رشتہ و تعلق اور اس کے سماجی مقام کے _____ کو سلام کہنے میں پہل کرے وہ تکبر کی گندگی سے پاک اور تواضع کے زیور سے آراستہ ہوگا۔ جن زندہ مسلمانوں نے حضرتؒ کو دیکھا یا آپؒ کے ساتھ سفر کیا یا ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ وہ گواہ ہیں کہ آپؒ نے ہر مسلمان کو سلام کہنے میں پہل کی اور کبھی یہ انتظار نہیں کیا کہ کوئی مسلمان بھائی آپؒ کو پہلے سلام کرے۔ یہ آپؒ کی طبعی تواضع اور فروتنی کی زندہ مثال ہے، ورنہ چشتیہ فاروقیہ خاندان کا چشم و چراغ، وجیہہ اور شکیل انسان، جس کے شاگردوں اور عقیدت مندوں کی تعداد ہزاروں میں ہو اور عام مسلمان کو سلام میں پہل کرے۔ یہ اللہ کریم کا آپؒ پر خاص فضل تھا: بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ

ع نہد شاخ پر میوہ سر برز میں

صبر و استقامت

صبر و استقامت انسانی شخصیت کے بڑے جوہر ہیں۔ صبر و استقامت کو عموماً ایک ہی معنی یا ہم معنی سمجھ کر استعمال کیا جاتا ہے اور بظاہر اس میں کوئی قباحت بھی نہیں، مگر علمی انداز میں دونوں ایک دوسرے سے الگ مفہوم بھی رکھتے ہیں۔ صبر کا معنی برداشت کرنا، سہہ لینا اور خاموش ہو جانا ہے۔ بسا اوقات یہ نہایت قلیل مدت کے لئے بھی ہوتا ہے مگر زیادہ طویل مدت کے لئے نہیں۔ مثلاً کسی سے ناگوار بات سنی اور چپ کرے تو صبر ہو گیا، مگر استقامت ناگواری یا مشکل یا دشواری پر صبر کرنا اور اس پر جب تک ضرورت ہو خاموش رہنا یا برداشت کرنا مگر اگر وہ اللہ کریم کی

رضا اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

تو اس پر قائم رہنا اور حالات کا خندہ پیشانی سے برداشت کر لینا استقامت ہے، نامساعد حالات میں دین کا کام کرنے والوں کے لئے یہ دونوں ضروری ہیں، مگر استقامت مرتبہ اور اجر میں صبر سے کہیں بڑھ کر ہے، اسی لیے کریم ﷺ سے جب حضرت ابو عمرو سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ انہیں ایمان میں ایسا رہنما اصول عطا فرمائیں کہ اس کے بعد وہ کسی سے دریافت نہ کرتے پھریں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (۱)

ترجمہ: کہو! میں ایمان لایا پھر استقامت اختیار کرو۔

حضرتؒ نے دین کی تبلیغ کے لیے 50,60 سال سفر کیا اور سیکڑوں میل کیا۔ کئی سال پیدل چل کر، پھر ایک عام سائیکل پر۔ جو آپؒ کے عالمانہ وقار کے کسی طرح لائق نہ تھی۔ پھر فالج کی بیماری تک موٹر سائیکل پر۔ وہ بھی آپؒ کے علمی مقام اور خطیبانہ شان وشوکت کے کسی بھی طرح مناسب نہ تھا، مگر کیا کیا جائے؟ جس قافلہ صدق وفا کے یہ فرد تھے، وہ تو وہ تھے جنہوں نے رسوائیاں برداشت کیں مگر دین کی آب وتاب پر حرف نہیں آنے دیا، وہ خود تو چھوٹے بنے مگر اسلام کو سر بلند رکھا۔ آپؒ کے تبلیغی اسفار بہت طویل ہوتے تھے، مثلاً اپنے گھر منشی اتاڑ، تحصیل منچن آباد، ضلع بہاولنگر سے جنوب میں فقیر والی، فورٹ عباس وغیرہ تک تقریباً 80,90 کلومیٹر، پھر تحصیل منچن آباد، پاکپتن اور گردونواح کے علاقہ جات، یہ تخمینہ لگایا جائے تو سینکڑوں میل بنتا ہے، مگر اسلام کے اس مخلص شیدائی۔ اللہ کریم کی ان پر رحمتیں ہوں نے یہ سارے سفر خوشی خوشی صرف کریم ﷺ کو راضی کرنے کے لئے کیے، استقامت واہ استقامت

مقصد سے وابستگی

کامیاب انسانوں کی زندگی کا روشن پہلو اُن کا اُن کے مقصد کی سچائی پر یقین اور اس

۱۔ مسلم: حدیث نمبر 38

کے حصول کیلئے اپنی پوری کوشش کرنا بھی ہے، اگر ایسے سچے لوگ کسی وجہ سے بظاہر کامیاب نہ بھی ہوں تو وہ تمام زندہ انسانوں کے لئے ایک نمونہ (رول ماڈل) ضرور بن جاتے ہیں، لوگ ایسے انسانوں کا اتباع کر کے کامیابی کی منزل تلاش کرتے ہیں۔

حضرتؒ نے اپنی زندگی اپنے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے ہر قسم کی قربانی دے کر گزاری، ان کی زندگی میں تلاش کرنے والے کو ایسی بیسیوں مثالیں ملیں گی، مگر اس وقت ہمارے سامنے ان کا قائم کردہ "مدرسہ تحفیظ القرآن" ہے۔ جہاں آج طالبات کا دورہ حدیث ہو رہا ہے، منشی اناڑا ایسے تمام دیہات میں طالبات کا دورہ حدیث یہ ایک خواب تھا، جس کی تعبیر اللہ کریم نے اپنے اس بظاہر فقیر مگر عظیم انسان سے کرائی، یہ آپؒ کا ایک قابل رشک کا زمانہ ہے، آپؒ ذاتی کوشش فرماتے بلکہ اجتماعی پر خطاب کرتے ہوئے پر جوش لہجہ میں فرماتے: قطب الدین خود اجتماع کا اشتہار ہے اشتہار کی ضرورت نہیں، دعوتی رقعہ جات خود ہی تحریر فرماتے اور خوب کوشش فرماتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جلسہ میں عوام الناس کی ایک کثیر تعداد شرکت کرتی، بلکہ باہر سے آنے والے انجان یہاں تک کہتے سنے گئے کہ "یہ کوئی دینی جلسہ ہے یا عرس"؟

مدرسہ فاروقیہ تحفیظ القرآن کا قیام گویا آپؒ کی زندگی کا ایک بڑا مقصد تھا۔ اس مقصد سے آپؒ کی وابستگی عشق ومحبت کی حد تک تھی، یہ اُصول ہے کہ جس مقصد سے عشق ہو جائے وہ اس کے حصول کی راہ کی ساری مشکلات آسان کر دیتا ہے بلکہ ان مشکلات میں لذت وسکون آنے لگ جاتا ہے، بقول شاعر اسلامؒ

ے مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل جہاں، موت ہے اس پر حرام

اور ایسے مرد خدا کے بارے میں علامہؒ ایک اور مقام پر کہتے ہیں کہ

ے اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب، اس کی نگاہ دل نواز

مدرسہ فاروقیہ تحفیظ القرآن برائے دورہ حدیث طالبات اور وہ ایک دیہات میں مولاناؒ کا مقصد جلیل تھا جو اپنی تکمیل تک پہنچ گیا۔

نقوشِ زندگی

حُلیہ مبارک

شکل نورانی گندم گونی رعب دار، پیشانی کشادہ جس پر سعادت مندی کے آثار، دانت سفید چمکدار، ہونٹ رسیلے آب دار، رخسار پر گوشت پُر وقار، ناک ستواں خوبصورتی کا منار، آنکھیں عقابی روشن بیدار، ابرو خم دار، کان خوبصورت متوازن ہوشیار، گردن صراحی دار، سر کے بال ہمیشہ چھوٹے اور باریک، ریش مبارک خوبصورت مطلع انوار، مونچھیں باریک، جسم متوازن میانہ مضبوط، شانے پر گوشت، سینہ چوڑا پر انوار، ہاتھ مردانے، پاؤں پنڈلیاں مردانہ وجاہت کیساتھ استوار، اگر کوئی انجان بھی ملتا تو گمان یہی کرتا کہ آپ ہیں سردار۔ خواہ وہ نہ ہی جانتا کہ الحمدللہ آپ ہیں شریعت و معرفت کے علمبردار، اللہ کریم نے انہیں بنایا ہی خوبصورت تھا، عارضی اور مصنوعی حسن کے طریقوں اور ذرائع سے بالکل ناواقف۔

لباس

لباس سادہ مگر صاف ستھرا، سفید رنگ پسند فرماتے مگر کرتہ بادامی رنگ کا پہنتے، سفید چادر اور سفید ہی دستار مبارک، سردی ہو یا گرمی دونوں میں جسم کو سبز چادر سے ڈھانپ لیتے، غالباً نبی کریم ﷺ کے گنبد خضراء (سبز) کی محبت میں۔ کندھے پر عموماً پیلا یا سیاہ دھاریوں والا رومال ہوتا۔ پاؤں میں کھل (چمڑے) کا جوتا۔ جسے کھسہ بھی کہا جاتا ہے مگر بالکل سادہ استعمال کرتے۔ سادگی پسند تھے، تکلف اور تصنع سے کوسوں دور تھے۔

چال ڈھال

میانہ رو تھے مگر ضرورت پڑنے پر تیز بھی چلتے۔ چال میں تصنع پسند نہ تھے۔ چال میں بھی سادگی پسند، متکبرانہ چال سے نفرت تھی گویا چال میں قرآن مجید کی آیت

وَيَمْشُونَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (الفرقان ٦٣)

اللہ کریم کے پسندیدہ بندے زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں کا عملی نمونہ تھے، ہاں البتہ چال میں قدرتی وقار تھا یہ کریم آقا کا ان پر تخلیقی انعام تھا۔ عادت مبارکہ تھی راہ بھاٹ میں ہر ملنے والے جان پہچان ہو نہ ہو کو سلام میں پہل کرتے تھے، یہ طبیعت میں عاجزی ہونے کا مبین ثبوت تھا۔ اللہ کریم اپنے ایسے بندوں کے درجات بلند فرمائے آمین۔

گفتگو

مٹھاس بھری، آواز میں کرختگی نہ تھی، نرم لہجہ میں بات کرتے گویا

؎ نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو

رزم ہو یا بزم ہو پاک دل پاک باز

کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ احباب، شاگردوں اور ملنے والوں سب سے نرم پیار بھرے انداز میں بات کرتے۔ اپنے اہل خانہ اور اولاد میں گویا زبان کی مٹھاس تقسیم کرتے تھے، والد محترمؒ کو بابو جی، والدہ محترمہ کو اماں جی اور اولاد کو پیار بھرے القابات سے پکارتے تھے، اپنے خدمت گزار حاجی محمد شریف صاحب کو پیار سے میرا یار کہہ کر یاد فرماتے تھے۔ گرچہ عالم باعمل ہونے کے ساتھ صوفی باصفا بھی تھے مگر خشک نہیں تھے کیونکہ مزاج کی خشکی کبھی محبت اور اپنائیت کا پیغام نہیں لاتی۔ بقول علامہ اقبالؒ

؎ خشک مغز و خشک تار و خشک پوست

از کجا می آید ایں آوازِ دوست ؟

خوراک

نہایت سادہ خوراک کے خوگر تھے۔ اپنے نبی کریم ﷺ کی اتباع میں کسی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے، بس پسند نہ ہوتا تو تناول نہ فرماتے۔ چاول کے مقابلہ میں گندم کی روٹی رغبت سے کھاتے، البتہ کچھ میٹھا وغیرہ بھی پسند کرتے تھے۔ ان کی زندگی کا ایک لطیفہ ہے۔ ایک بار رات کو کھوہ دار اوٹو نزد کبوتری (تحصیل منچن آباد) وعظ فرمایا اور رات وہیں گزاری، عقیدت مند

نے کھیر پکائی اور ٹھنڈی ہونے کے لئے باہر ٹوکرا کے نیچے رکھ دی۔ رات کو گھر کے نوجوان لڑکے اور ملازم کھیتوں کو پانی لگا کر آئے تو تمام گھر والوں کو سویا ہوا پایا۔ وہ بھوک سے نڈھال تھے۔ انہوں نے ٹوکرا اٹھا کر دیکھا تو کھیر کا دیگچہ بھرا پڑا تھا۔ انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر دیگچہ صاف کردیا۔ صبح مولاناؒ نے نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا اور اس میں شعر پڑھا۔

ے چنگیاں چیزاں چنگیاں تائیں ملدیاں زوردھگائیں
تے کھیر پچے کدکتیاں تائیں کہہ گئے لوگ سیانیں

ترجمہ: اچھی چیزیں_____ کارخیروکرامت اچھے اور پسندیدہ افراد کو زور زبردستی بھی ملتی ہیں (کیونکہ کریم آقا نے انہیں پیدا ہی ایسا کیا ہوتا ہے)، جبکہ بدفطرت لوگ ان کے اہل ہی نہیں ہوتے، جس طرح کتوں کو دودھ بھی کبھی ہضم ہی نہیں ہوتا بلکہ ان میں فساد پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اہل ہی نہیں ہوتے)

شعر سن کر رات کو کھیر کھانے والے نوجوانوں میں سے ایک نے کہا: مگر حضرت وہ رات والی کھیر جو باہر ٹوکرے کے نیچے رکھی تھی، وہ تو ہمیں ہضم ہوگئی ہے، مجمع کی ہنسی چھوٹ گئی، اور آپؒ نے مسکرا کر فرمایا: تمہارا نصیب تھا تم نے کھالیا۔ سالن میں سبزی پسند کرتے، ساگ اور دہی کی لسی نہایت مرغوب تھی، پھلوں میں آم پسند تھا۔

ازدواج واولاد

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: النکاح من سنتی (۱) فمن رغب عن سنتی فلیس منی (۲) (نکاح کرنا میری سنت ہے، پھر جس کسی نے میری سنت سے منہ موڑا ہے وہ میرے طریقے پر نہیں) ایک سچے اور مخلص امتی کی طرح آپؒ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت کی پیروی میں نکاح کیا۔ یہ عالم شباب تھا اور قلب ونظر کی پاکیزگی کی خاطر اب کرنا بھی ضروری تھا۔ کیونکہ

ع کشتی دل کے لئے سیل ہے عہد شباب

اس عہد شباب کے سیل کو نیکی، تقویٰ اور بھلائی کا بند باندھنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے جوانانِ امت کو نصیحت کرتے ہوئے طریقہ تجویز فرمایا:

یامعشر الشباب !من استطاع منکم الباءۃ فلیستزوّج فانّہ أغض للبصر وأحصن للفرج (۳)

ترجمہ: اے گروہِ نوجوانان! تم میں سے جو کوئی قوت باءرکھتا ہے وہ ضرور نکاح کرے کیوں کہ نکاح حفاظت نگاہ کا سب سے زیادہ معاون اور شرمگاہ کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

آپؒ نے محترمہ اماں نور بیگمؒ سے نکاح کیا جو بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج کی سعادت پا کر حاجن بھی بن گئیں۔ یوں خاندان اور عقیدت مندوں میں اماں حاجن نور بیگمؒ کہلائیں۔ حاجن اماں نور بیگمؒ، پیر غلام نبیؒ کی دختر نیک اختر تھیں۔ ان کی والدہ محترمہ مائی نور سینؒ تھیں۔ جو مولانا قطب الدین فاروقیؒ والد میاں غلام فریدؒ کی نواسی تھیں۔ یہ اُن کی اُس بہن کی بیٹی تھیں جو مٹیلی (بیکانیر) بیاہی گئی تھیں۔

زندگی حضرت مولاناؒ کی مخلص معاون بن کر گزاردی، حضرت کی تبلیغی مصروفیات اور گھر کو کم وقت

۱۔ ابن ماجہ: السنن، باب النکاح

۲۔ صحیح الامام البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح

۳۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح

دینے کی ناگواری کا اظہار کبھی نہ کرتیں۔ گھر میں تنگی وخوشحالی دونوں حالات گزرے مگر نہ تنگی کا شکوہ کیا نہ خوشحالی میں بڑا بول بولا۔ تربیت اولاد پر خصوصی توجہ دیتیں۔ ماں کی تربیت کسی بھی اولاد کا پہلا مدرسہ ہوتا ہے۔ اماں حاجنؒ نے اپنے اس پہلے گھریلو مدرسہ سے اپنی اولاد بالخصوص لڑکوں کو ایسا نکالا کہ وہ رشن ستارے تھے، جن کی روشنی میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا گیا۔ الحمدللہ آج وہ امت مسلمہ کے مخلص، خیرخواہ اور نفع رساں فرد بن کر زندگی گزار رہے ہیں، یہ سب اس مخلص والدہ کی تربیت کا فیض ہے، علامہ اقبالؒ نے ایسی ہی ماؤں کے فیضِ تربیت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

؎ یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

اولاد

ان سے حضرتؒ کی آٹھ اولادیں، تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہوئی۔ بیٹوں میں حافظ سعید احمد فاروقی، حافظ مسعود احمد فاروقی، حافظ مقبول احمد فاروقی ہیں۔

آپؒ نے اپنی اولاد کی تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی، ماشاءاللہ تینوں بیٹے حافظ قرآن اور تعلیم یافتہ ہیں۔ آپؒ کے بڑے بیٹے حافظ سعید احمد فاروقی ماشاءاللہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایم اے، ایم ایڈ ہیں۔ جامعہ فاروقیہ تحفیظ القرآن کے مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ محکمہ تعلیم میں 16 ویں گریڈ کے استاد ہیں، مسعود احمد ایم اے اسلامیات ہیں وہ ہائی سکول میں استاد ہیں۔ البتہ حافظ مقبول احمد فاروقی اپنا زمیندارہ کرتے ہیں، پابند صوم وصلوۃ ہیں۔ مدرسہ کے معاون ہیں۔

ع ایں ہمہ خانہ چراغ است

حافظ مسعود احمد اپنی سرکاری تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنے والد محترمؒ کے تبلیغی مشن کو اپنی زندگی کا فریضہ سمجھ کر نبھا رہے ہیں، اور والدؒ کے نقوش پا پر چل کر قریہ قریہ جا کر تبلیغ دین کا فرض پورا کر رہے ہیں۔ الحمدللہ عوامی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ انہیں وقت اور تاریخ مقرر کرنا

مشکل ہو جاتا ہے، اللہ کریم ان کو مزید اخلاص کی دولت سے نوازے۔ آمین

مولانا قطب الدینؒ اپنی تقاریر میں محسن امت مولانا غلام قادرؒ کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

؎ بھی بخشیں نیک اولاداں یارب علم تے عمل سکھاویں

ایہہ ورثہ میرا جاری رکھیں قیامت تیک نبھاویں

اے کریم آقا! (محض اپنے کرم سے) مجھے نیک اولاد بھی عطا فرمانا اور (ان کے ذریعے) میرا یہ خدمت دین کا سلسلہ قیامت تک باقی رکھنا۔

تصوف و سلوک

؎ تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

قافلہ صدق و وفا کے دیگر مخلص و پاکیزہ افراد کی طرح آپؒ نے تصوف کو اپنی اور امت کی اصلاح کے مؤثر طریقہ کے طور پر اپنایا۔ قافلہ حق کے یہ لوگ بظاہر ذی وجاہت و اختیار نہ بھی ہوں، مگر انسانوں کے دلوں میں بادشاہت ان کی ہوتی ہے۔ بعض اوقات ان کی ایک نظر یا ایک قول وہ کرشمہ دکھاتا ہے، جو تلوار و اختیار والے نہیں کر سکتے۔ کہتے ہیں حضرت حسن بصریؒ جس کافر کو بھی توجہ بھری نظر سے دیکھ لیتے وہ مسلمان ہو جاتا تھا۔ غالباً شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے اسی لیے فرمایا تھا:

؎ نہ پوچھ ان خرقوں پوشوں کی جو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

تصوف و پیر مریدی کی اصل غرض و غایت مریدین کی اصلاحِ باطن اور انہیں امت مسلمہ کے دیگر افراد کی اصلاح کے لئے تیار کرنا اور جہادِ زندگانی میں مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا، خود کامیاب ہونا اور دیگر افراد کو کامیابی کی منزل اور راہ دکھانا تھا۔ حلال کمانا، حلال کھانا اور حلال کی تلقین کرنا۔ مگر موجودہ مروجہ تصوف اور اہل تصوف میں وہ چیز ڈھونڈنے سے نہیں ملتی، لہٰذا ناکامی و نامرادی مسلمانوں کا گویا نصیب ہوگئی۔ علامہ اقبالؒ نے ایک اور مقام پر فرمایا تھا:

؎ رہا نہ حلقہ صوفی میں سوزِ مشتاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی

دراصل وہ باصفا مردانِ حق اُٹھ گئے، جن کے پاکیزہ نفوس سے تصوف کی آبرو قائم تھی، کیوں کہ

؎ میراث میں آئی انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

یوں بقول اقبالؒ

قم باذن اللہ کہہ سکتے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

مگر حضرت مولانا قطب الدین چشتی فاروقیؒ اس سلسلہ تصوف سے منسلک تھے جہاں تصوف وسیلہ اصلاح وخیر خواہی اور اخروی کامیابی اور دنیوی بھلائی تھا۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت

آپؒ جن دنوں انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں رہ کر دورہ تفسیر کر رہے تھے، انہی دنوں آپؒ نے اپنے استاد محترمؒ سے بیعت ہو کر آپؒ روحانی سلسلہ کی پہلی سیڑھی چڑھ گئے۔ یہاں رہ کر تصوف کے بارہ اسباق میں سے چھ کی تکمیل کر لی مگر حضرت لاہوریؒ کی 1962ء میں اچانک موت سے باقی چھ اسباق رہ گئے۔

مولانا عبید اللہ انورؒ سے فیض

حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادے حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ سے روحانی رشتہ استوار کیا اور جو چھ اسباق رہ گئے تھے وہ ان سے مکمل کیے۔

دین پور شریف اور شجاع آباد کے بزرگان سے تعلق

تصوف وسلوک کے بارہ (۱۲) اسباق پڑھ لیے، ان پر عمل پیرا ہونے اور اللہ کریم کے فضل سے اصلاح یافتہ ہونے کے باوجود تلاش حق کی وہ پیاس نہ بجھی جس کی خاطر نہ جانے معرفت کے کتنے جام نوش کر چکے تھے، لہذا زندہ اصحاب سلوک ومعرفت کو تلاش کر کے ان تک پہنچے، جن اکابرین تصوف سے آپ زیادہ متاثر تھے اُن میں بزرگان دین پور شریف اور مولانا عبداللہ بہلویؒ شجاع آبادی قابل ذکر تھے۔

مولانا عبدالہادیؒ دین پوری (۱)

سرزمین دین پور، ضلع رحیم یار خاں اپنی خوبی تقدیر پر نازاں ہے کہ اسے اُن ستودہ صفات بزرگان دین نے مسکن بنایا، جن کے وجود مسعود سے اسے علم و معرفت اور جہاد و قربانی کی آماجگاہ بنایا۔ ان میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام محمدؒ اور مولانا عبدالہادیؒ نہایت روشن منارہ نور تھے۔ آپؒ کے زمانہ میں مولانا عبدالہادیؒ زندہ تھے۔ آپؒ ان سے استفادہ کرنے دین پور تشریف لے گئے اور سلوک کی کئی منزلیں طے کیں۔

مولانا عبداللہ بہلویؒ شجاع آبادی (۲)

پاکستان کے قافلہ صدق و وفا کے علماء کرام اور اہل تصوف میں مولانا عبداللہ بہلویؒ کا نام نہایت معزز اور محترم تھا۔ آپؒ مولاناؒ سے استفادہ کے لئے شجاع آباد گئے تھے۔ ناکارہ مؤلف نے خود آپؒ کی زبانی سنا ہے، آپؒ فرمایا کرتے تھے: کوئی کتنا ہی روحانی مریض ہو، کیسی اور کتنی ہی گندی عادات میں مبتلا ہو مولانا عبداللہ بہلویؒ کے اوراد و وظائف کی پابندی کرلے انشاءاللہ شفایاب ہو جائے گا۔

؎ جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

اہل تصوف نے باندھی ہے دستار فضیلت آپ کے سر پر

سلسلہ تصوف کے بحر مواج میں غوطہ زنی اور اسے پار کرنے کی سعادتمندی کے باوجود آپ نے اپنے آپ کو راہِ سلوک کا درماندہ رہرو ہی سمجھتے رہے، ہمیشہ اس راہ پر چلتے ہوئے خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہے، مگر اپنے سلسلہ قادریہ اور رازدانِ تصوف واحسانات جن میں مولا عبیداللہ انورؒ، مولانا محمد شریف وٹوؒ قابل ذکر ہیں۔ کی اجازت اور مشورہ سے محض امت مسلمہ

۱۔ ناکارہ مؤلف نے بھی مولانا عبدالہادیؒ سے سلوک کے چند اسباق پڑھے تھے۔

۲۔ ناکارہ مؤلف نے بھی معرفت کے اس روشن ستارے کی زیارت کی تھی۔

کی خیر خواہی کے جذبہ سے آپؒ نے مشتاقانِ تصوف اور متلاشیانِ معرفت کو بیعت کرنا شروع کیا، اور یہ سلسلہ آپؒ کے دم واپسیں تک جاری رہا۔ الحمد للہ ضلع بہاولنگر، پاکپتن، ضلع وہاڑی، حاصل پور، حویلی، بورے والا وغیرہ اور آس پاس کے علاقوں میں آپؒ کے مریدین اور عقیدت مندوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

آپؒ کے ایک مرید میاں محمد اشرف وٹو ساکن طبقرہ، منچن آباد نے اپنا ایک عجیب مگر روح پرور خواب سنایا کہتے ہیں:

میں نے کسی بزرگ سے سلسلہ بیعت قائم کرنا چاہا اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا کرتا رہا کہ اللہ کریم کسی نیک بزرگ سے میرا رابطہ کروادیں۔ مجھے خواب میں ایک بزرگ کی زیارت کرائی گئی اور اشارہ ہوا کہ ان کا مرید ہو جاؤں، اب میں مزید پریشان ہوا کہ یہ بزرگ کہاں سے تلاش کروں؟ آخر مدرسہ صادقیہ عباسیہ کے سالانہ جلسہ پر آیا تو دیکھا جس بزرگ کی مجھے تلاش تھی اور خواب میں مجھے دکھائے گئے تھے وہ حضرت مولانا قطب الدینؒ ہی ہیں اور میں آپؒ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا۔

مریدین کے لئے معمولات

آپؒ نے زبان ودل کی اصلاح و پاکیزگی پر خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے۔ سچی بات یہی ہے، جس نے ان دونوں کی اصلاح کر لی، دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو گیا۔

اہل تصوف نے ہمیشہ ان ہی دو کی اصلاح و پاکیزگی پر زور دیا ہے اور ان ہی کی اصلاح کے لئے اہل اللہ اپنے عقیدت مندوں کو، اذکار و وظائف کی تعلیم و تلقین کیا کرتے تھے۔ آپؒ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کے پیش رو بزرگان کی پیروی میں اپنے مریدین کو اذکار و ظائف تلقین فرماتے تھے، جن کی تفصیل یہاں درج کر رہے ہیں۔

حضرت اقدس کے مریدین کیلئے معمولات یومیہ

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم ۱۰۰ مرتبہ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۲۰۰ مرتبہ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ۳۰۰ مرتبہ

ترکیب ذکر بالجہر: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد اول گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھی جائے پھر ہاتھ اٹھا کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی روح کو ثواب پہنچایا جائے اور مندرجہ ذیل تین دعائیں کی جائیں۔

۱۔اے اللہ! تو مجھے اپنا شوق نصیب فرما!

۲۔اے اللہ! تو مجھے اپنا نام نصیب فرما!

۳۔اے اللہ! مجھ سے وہ کرا جن میں تو راضی ہو۔

اس کے بعد ذکر شروع کیا جائے اور تسبیح کے دانے ساتھ ہی پھیرنے شروع کردیے جائیں۔ افضل الذکر (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ)۔ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ) تین دفعہ پورا کلمہ پڑھنے کے بعد پھر فقط ((لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) کا کلمہ زبان سے کہا جائے۔ دس تسبیح اس کلمہ کی پھیری جائیں۔ اس کے بعد (اِلَّا اللّٰہ) کی دس تسبیح پھیری جائیں۔ اس کے بعد (اللّٰہ) کا ذکر کیا جائے۔ پہلی تین مرتبہ میں جلَّ شَانُہٗ کا لفظ بھی کہا جائے۔ بعد میں فقط (اللہ) کافی ہے۔ اس کے بعد (ھُوْ) کا ذکر کیا جائے۔ اس کی بھی دس تسبیح پھیری جائیں۔ اس کے بعد مراقبہ کرے۔ ۳ یا ۵ یا ۷ یا ۹ مرتبہ لفظ (اللّٰہ) لطیفہ قلبی پر ضرب لگائے۔

مریدین اور مخاطبین مسلمانوں کی قلبی صفائی اور تزکیہ نفس پر اس قدر توجہ فرماتے کہ بارہا اپنی دوران تقریر اپنے جد امجد حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ کے وہ اشعار وجد میں آکر پڑھتے تھے تو مجمع جھوم جھوم جاتا۔

اُتوں مل مل دھوندی ہو وچوں مل مل دھو
اُتوں دھوتا کیا بنیں جب وچوں نہ صاف ہو

دراصل یہ تصوف کی جوہری خوبی اور ضرورت کی طرف اشارہ فرمارہے تھے کہ اندر یعنی دل کی صفائی وپاکیزگی ہی اصل صفائی ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک حدیث مبارکہ میں اس حقیقت کو یوں فرمایا:

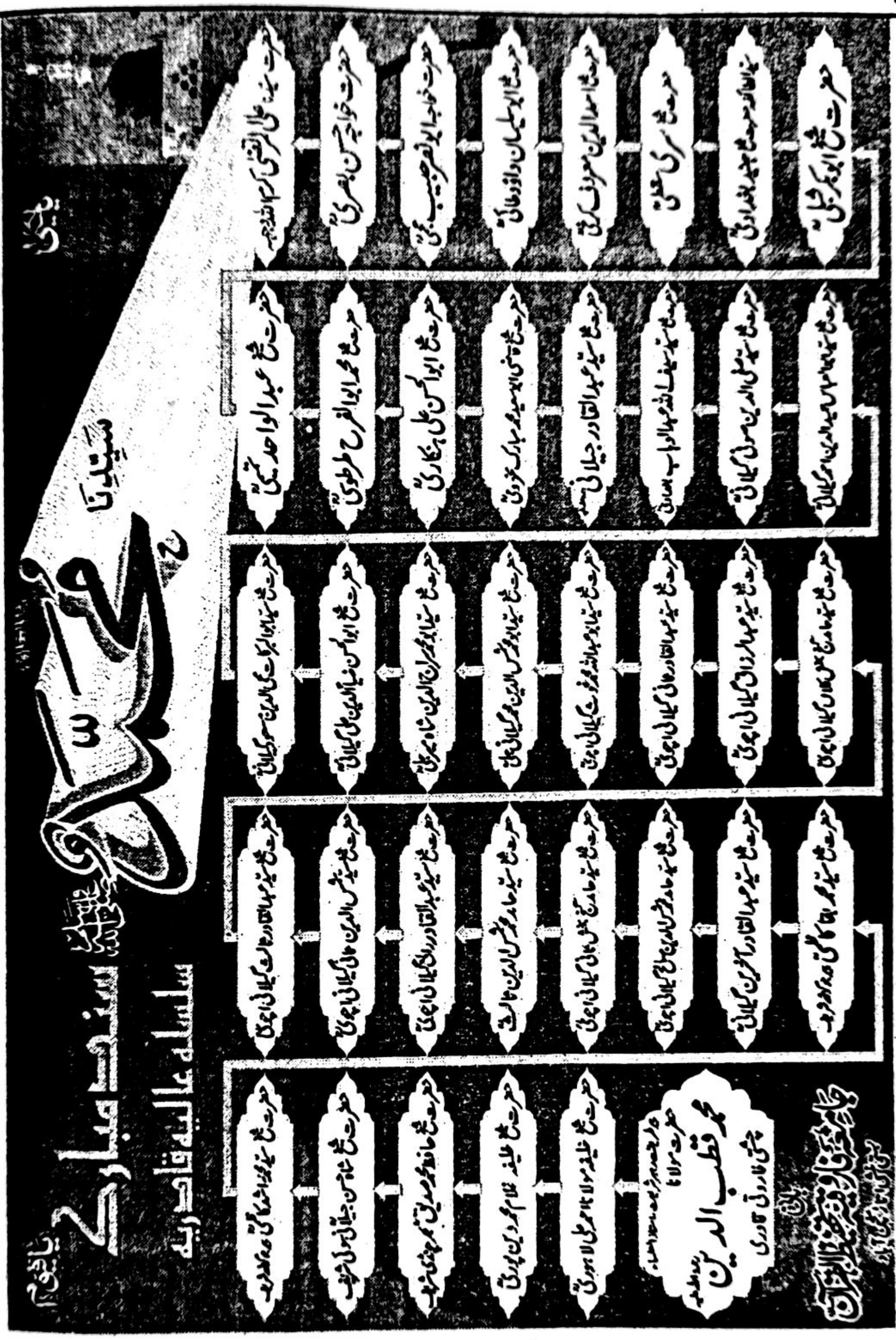
اَلا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلا وَهِيَ الْقَلْبُ (متفق علیہ) (۱)

ترجمہ: آگاہ رہو! یقیناً بدن میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو تمام بدن درست ہوگا، اور جب وہ بگڑ جائے گا تو سارا بدن بگڑ جائے گا، خبردار! وہ دل ہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ

آپؒ تصوف وسلوک میں سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک تھے، جو اگرچہ غالباً شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ''قادریہ'' مشہور ہے، اس کا سلسلہ ۳۷ (سینتیس) واسطوں سے نبی کریم ﷺ سے جاملتا ہے سبحان اللہ، اہل تصوف نے اس سنہری سلسلہ کی ایک فہرست بنائی ہے جو قارئین کی دلچسپی کے لئے منسلک کیا جارہا ہے۔

۱۔ بخاری، ج ۱، حدیث نمبر ۱۱۹، ج ۴، حدیث نمبر ۲۴۸، ۲۴۹۔ مسلم، حدیث نمبر ۱۵۹۹



برصغیر پاک وہند میں اس سلسلہ عالیہ کے مشہور بزرگان میں حضرت شیخ محمد بقاءؒ گولڑوی، سید محمد راشدؒ گولڑوی، شیخ شاہ حسنؒ سوئی شریف، حضرت حافظ محمد صدیقؒ بھر چونڈی شریف، حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ہیں، جنہیں اللہ کریم نے ہدایت کے چراغ آسمان تصوف کے روشن ستارے بنایا تھا۔

خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ کَاَنَّمَا رَآنِیْ فِی الْیَقْظَۃِ. لَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ(۱)

ترجمہ: جس (خوش نصیب) نے مجھے خواب میں دیکھا (وہ ایسا ہے) گویا اس نے مجھے بیداری میں دیکھا، کیوں کہ شیطان میری صورت نہیں اختیار کرسکتا (سبحان اللہ)

نبی کریم ﷺ کا کسی خوش نصیب کو خواب میں نظر آنا اتنی بڑی سعادت اور خوش نصیبی ہے جس کا اندازہ وہ سعادت مند افراد ہی کر سکتے ہیں جنہیں اللہ کریم اس نعمت غیر مترقبہ سے نواز دے یہ اللہ کریم کے غنی اور کریم ہونے کی صفت ہے کہ وہ جسے چاہے اور جس قدر چاہے نوازے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے: الحمدللہ! آقا نامدار ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواب میں زیارت ہوئی۔ جب پوچھا گیا کہ آقا نامدار ﷺ کی کتنی دفعہ زیارت ہوئی؟ کوئی عرض یا گفتگو بھی ہوئی؟ کہا: الحمدللہ! جب تیسری دفعہ زیارت ہوئی تو میں علماء دیوبند کے حق ہونے کے بارے میں عرض کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: علماء دیوبند ٹھیک اور درست ہیں۔(۲)

اہل سلوک و تصوف کے ہاں ایسے خواب اور سعادت مند دیکھنے والے کا بہت اعلیٰ مقام ہے، جس پر اللہ کریم نے مولاناؒ کو بھی فائز فرما رکھا ہے، وگرنہ بعض طالبین کی یہ آرزو آرزو ہی رہی کہ وہ خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کر کے آنکھیں ٹھنڈی اور دل روشن کرلیں، مگر تڑپ اور کسک کے سوا کچھ نہ ملا۔

ع　　　ایں سعادت بزور بازو نیست

علامہ بوصیریؒ (صاحب قصیدہ بردہ) نے ایسے ازردہ دل کے حال کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا

۱۔ متفق علیہ: بخاری ج ۲، حدیث نمبر ۳۵۶، ۳۵۸

۲۔ حافظ محمد منیر نور پوری: انمول تحفہ، شائع کردہ مدرسہ فاطمۃ الزہراء صدیق آباد مچن آباد ص ۱۵

۔نَعَمْ سَرٰی طَیْفٌ من أهوى فارقنی
وَالحبُّ یَعْتَرِضُ اللذّاتِ بالألم

ترجمہ: ہاں رات پھر مجھے اس کریم النفس (ﷺ) کا خیال آیا جن سے میں محبت کرتا ہوں، تو ان کے خیال نے مجھے رات بھر انتظار میں جگائے رکھا اور یوں کیوں نہ ہوتا کہ محبت تو ہے ہی ایسی کہ لذتوں کو درد و الم میں بدل کر رکھ دیتی ہے (لہذا نیند کہاں، آرام کہاں)

مگر مجھے تعجب مولاناؒ کی روحانی قوت و صلاحیت پر ہے جس نے انہیں اس قدر حوصلہ اور ظرف عطا کیا کہ انہوں نے تین بار کریم سردارﷺ کی من موہنی صورت مبارک کا دیدار برداشت کرلیا۔ حضرت امیر خسروؒ بے چارے تو اتنے بڑے مقام کے باوجود ایک ہی بار جلوہ براداشت نہ کر سکے اور آئندہ کے لئے بے بسی کا اظہار کر گئے کیسے حسرت بھرے انداز میں کہ گئے۔

۔بیک آمدن ابودے دل و دین و جان خسرو
چہ شود اگر بدیساں دو سہ بار خواہی آمد

ترجمہ: (میں قربان جاؤں) آپ کے ایک ہی بار تشریف لانے کا میرے ہاں بدلہ تو میرا دل، میرا دین اور میری جان ہے، مگر اگر آپ دو تین بار تشریف لانے کا احسان کریں تو میرے پاس بدلہ شکر کیا ہوتا؟ (ہے ہی نہیں، ممکن ہی نہیں)

مولانا غلام قادرؒ، مولانا محمد شریفؒ، مولانا قطب الدین فاروقیؒ

ہدایت کے تین ستارے

قرآن کریم میں اللہ کریم نے فرمایا:

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (سورۃ النحل ۱۶)

ترجمہ: اور وہ ستاروں کے ذریعے راہ پاتے ہیں

آج کل لوگ سائنسی ترقیات میں گھڑی، قطب نما اور دیگر آلات رہنمائی کی بدولت رات کو اپنی راہ اور منزل، وقت اور رخ کا تعین کر لیتے ہیں، ایک زمانہ ___ جس کی مدت ہزاروں سال پر محیط ہے ایسا بھی گزرا ہے، جب انسان صرف ستاروں کے ذریعے راہ، رخ، منزل اور وقت معلوم کرتے تھے، اسی حقیقت کی طرف قرآن کریم میں اوپر آیۃ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

جس طرح آسمانی ستارے انسان کی رہنمائی کرتے ہیں، اسی طرح اللہ کریم نے اپنی اس زمین پر ایسے انسان مبعوث فرمائے ہیں اور پیدا کئے ہیں، جو اس کریم کے بندوں کے لئے ذریعہ ہدایت و رہنمائی بنے اور ہیں۔ ان میں انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے مخلص پیروکاروں میں علماء، صلحاء اور مرشدان تھے۔ ریاست بہاولپور، پاکپتن، ساہیوال اور غیر منقسم ریاست بیکانیر کے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے مولانا غلام قادرؒ (۱۲۸۴ھ ____ ۱۳۴۸ھ) (۱۹۲۸ء)، مولانا محمد شریفؒ (۱۹۱۴ء ____ ۱۹۸۶ء) اور مولانا قطب الدین فاروقیؒ (۱۹۳۱ ____ ۲۰۱۱ء) تھے، اگرچہ کئی اور چراغ بھی روشن تھے مثلاً مولانا محمد امیر ڈھڈیؒ وغیرہ مگر یہاں ان تینوں بزرگان کے روحانی اور علمی اور مادری رشتہ کی وجہ سے ان کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

مولانا غلام قادرؒ روحانی مربی، استاد اور محسن تھے، مولانا محمد شریفؒ مولانا غلام قادرؒ کے فرزند ارجمند اور دینی و دنیوی وارث تھے، مولانا قطب الدینؒ مولانا محمد شریفؒ کے شاگرد اور

مولانا غلام قادرؒ کے روحانی اور علمی ورثہ کو نبھانے اور اس کی ترویج واشاعت میں ان کے دست وبازو اور قابل اعتماد سہارا تھے۔

ورثہ قادرؒ کے ترجمان

پچھلی نصف صدی کے عرصہ پر نظر دوڑائیں تو آپؒ ہی مولانا غلام قادرؒ کے دینی اور روحانی ورثہ کے ترجمان نظر آتے ہیں، مولانا محمد امیر ڈھڈیؒ، مولانا جمال الدین گورایہؒ، مولانا احمد دینؒ وغیرہم کے اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد مولانا غلام قادرؒ کے علمی اور روحانی کی تشریح وتبلیغ کے سلسلہ میں جو خلا پیدا ہو گیا، وہ آپؒ نے مولانا محمد شریف رحمۃ اللہ کے ساتھ مل کر نہ صرف پورا کیا بلکہ اس کا سلسلہ آگے بڑھایا۔

سچی بات یہ ہے کہ مولانا غلام قادرؒ کی فکر آپؒ کی تقاریر کی بدولت زندہ رہی، آپؒ اپنی تقریر میں مولاناؒ کے اشعار پرسوز آواز میں پڑھ کر حاضرین کا دل گرماتے اور مولاناؒ کے اشعار پُرسوز آواز میں پڑھ کر حاضرین کا دل گرماتے اور مولاناؒ کا تذکرہ کرتے۔ جن لوگوں نے ان کی تقاریر سنی ہیں یا ان کی کیسٹیں سنبھال رکھی ہیں وہ گواہ ہیں کہ آپؒ نے فکر قادرؒ کی بقا کے لئے کس قدر مخلصانہ کوششیں کیں۔ زیادہ اُن کے وہ اشعار سناتے جن میں نبی کریم ﷺ کے عشق محبت کا اظہار تھا۔ مثلاً یہ اشعار اکثر پڑھتے۔

غلام قادر نوں سک چروکی گولیاں وچ گنیوے
پر منہ چھوٹا تے گل وڈیری سنجی آس نہ نبھیوے

ترجمہ: غلام قادر کو مدتوں سے ایک ہی آس لگی ہوئی ہے کہ اس کا شمار بھی نبی کریم ﷺ کے غلاموں میں ہو جائے، مگر یہ آس آس ہی رہی کہ میری کوئی حیثیت ہی نہیں اور منہ سے بڑا بول بول رہا ہوں۔

غلام قادر کب عقل منیدا میرا جیہا کمینہ
ونج منظور ہووئے اس سوہنے جو در بار امیناں

ترجمہ: غلام قادر! بھلا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے کہ تیرا جیسا کم حیثیت نبی کریم ﷺ کے اس دربار میں منظور ہو جائے جہاں امانتدار (صحابہ کرام) رضی اللہ عنھم حاضر ہوا کرتے تھے۔

ہر کسے قبلہ آپو اپنا ثابت نص قرآنوں

قبلہ مرا عشق محمد ظاہر کراں بیانوں

ترجمہ: یہ قرآن کریم کی نص صریح سے یہ واضح ہے کہ ہر امت اور ملت کا ایک قبلہ ہے، جدھر وہ رخ کر کے عبادت کرتے ہیں، تو سن لو مرا قبلہ تو نبی کریم ﷺ کا عشق ہے، یہ میں واضح اعلان کرتا ہوں۔

یا حضرت کا یہ دعائیہ شعر کثرت سے پڑھتے جس میں آپ اللہ کریم سے نیک اولاد اور اس کے عالم باعمل ہونے کی دعا کرتے نظر آتے ہیں۔

بھی بخشیں نیک اولاداں یارب علم تے عمل سکھاویں

ایہہ ورثہ میرا جاری رکھیں قیامت تیک نبھاویں

ترجمہ: اے کریم آقا! مجھے نیک اولاد عطا فرمانا اور اُنہیں عالم باعمل بنانا، تا کہ میرا یہ دین کا ورثہ جاری رہے اور قیامت تک باقی رہے۔

اگر منصفانہ جائزہ لیا جائے تو پچھلے تیس (۳۰) چالیس (۴۰) سالوں میں عوام الناس میں حضرت مولانا غلام قادرؒ کے کے دینی ورثہ کا تعارف اور مقبولیت کی ایک بڑی وجہ آپؒ کی تقاریر تھیں۔ گویا آپؒ اُن کی وہ روحانی اولاد تھے جنہوں نے مولانا غلام قادرؒ کی فکر کو تازگی اور تسلسل دیا۔

مولانا محمد شریفؒ سے آپؒ کا روحانی اور شاگردی رشتہ تھا، وہ عوام الناس کو خونی رشتہ معلوم ہوتا تھا۔ دونوں بزرگوں میں ایسی فکری ہم آہنگی، قلبی ربط اور محبت تھی کہ عام لوگ انہیں مولانا محمد شریفؒ کے خاندان کا فرد سمجھتے تھے، دونوں بزرگان یک جان دو قالب تھے گویا۔

؎ من تو شدم، تو من شدی من تن شدم توں جاں شدی

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ترجمہ: میری تمنا ہے کہ میں تُو بن جاؤں اور تو میں بن جا، پھر میں جسم بن جاؤں اور تو اس میں جان (روح) بن جا، تا کہ اس کے بعد تو کوئی یہ نہ کہ سکے کہ میں کوئی اور ہوں، توں کوئی اور ہے۔

مشن اور مخلصانہ فکر کو بڑھانے اور پروان چڑھانے کا یہی طریقہ کہ اس راہ وفا کے تمام رہرواں آپس میں مخلص، معاون اور محبت کرنے والے ہوں۔ یہ بات مولانا محمد شریفؒ اور مولانا قطب الدین فاروقیؒ کے کردار سے عیاں تھی۔

مولاناؒ کی سیاسی زندگی

مولانا قطب الدین فاروقیؒ علماء کرام کے اس قافلہ صدق ووفا سے تعلق رکھتے تھے، جس نے صرف نظریاتی ہی نہیں بلکہ عملی سیاست کو غلبہ حق اور امت محمدیہ علی صحبہا الصلوۃ والسلام کی دینی غیرت وحمیت کو باقی رکھنے کا ذریعہ بنایا، ان کا مقصد واحد صرف اور صرف دین کی سربلندی، باطل نظریات کی سرکوبی اور متکبرین کے تکبر کے بت کو پاش پاش کرنا تھا۔ یوں کہیئے کہ

؎ میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اس لیے مسلمان، میں اسی لیے نمازی

امت کے کمزور طبقے پر اپنا ناجائز، ظالمانہ اقتدار قائم رکھنے کے خواہاں ہمیشہ ان سے لرزاں اور ترساں رہے، یہ جیتیں یا ہاریں، کبھی انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی، بس یہ حضرات متکبرین اور باطل نظریات کے پیروکاروں کے لیے دردِ سر بن کر رہے اور ان کی مکر کی چالوں کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن گئے۔ یوں کفر کو تگنی کا ناچ نچاتے رہے۔ مولانا ظفر علی خاںؒ نے قافلہ حق کے انہی علماء کرام کے بارے کہا تھا۔

؎ جان کردیں گے جو ناموسِ پیغمبر پر فدا
حق کے رستے میں کٹا دیں گے جو اپنا بند بند
کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند

مولاناؒ اپنے مرشد حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی بیعت کر کے جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہوئے اور مرتے دم تک جمعیۃ کے وفادار اور معاون بن کر رہے، کیوں کہ جب حضرت لاہوریؒ انہیں بیعت کر رہے تھے وہ اس وقت جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر تھے، لہذا مرشد کی کامل تابعداری میں جمعیۃ میں شامل ہوئے انتخابات کے موقع پر ہمیشہ حضرت مولانا محمد شریفؒ یا جمعیۃ نے کوئی امیدوار نامزد کیا ان کا بھرپور ساتھ دیا۔

2002ء کے بلدیاتی الیکشن میں علاقہ کے عوام بالخصوص منشی اتاڑ کے عقیدت مندان کے پرزور اصرار پر آپ نے حصہ لیا، اور الحمدللہ بنا کوئی ظاہری کیمپین کیے پوری تحصیل مخین آباد' میں سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے۔ اور یوں عملاً ثابت کیا کہ عملی سیاست میں حصہ لینا ان کے عالمانہ وقار کے خلاف نہیں۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین"، مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان ہوا؟ ____ میں امت کے زوال کے اسباب گنواتے وقت سب سے بڑا اور پہلا سبب تحریر فرماتے ہیں کہ علماء اور صلحاء نے سیاست کا میدان دنیاداروڈیروں کیلئے خالی کر دیا وہ برسر اقتدار آتے رہے، عوام نے ان دنیا داروں کی سنی اور مان لی اور علماء و صلحاء بے اثر ہو کر رہ گئے۔ مسلمانوں کے داخلی اور خارجی فیصلے ایسے نااہل لوگ ہی کرنے لگے یوں مسلمان زوال پذیر ہوتے گئے۔

سفرِ حج

سفر حج عشق ومحبت کا سفر ہوتا ہے جسکا آغاز خاموشی ودل سوزی سے ہوتا ہے جب اللہ کریم کا بندہ اور نبی کریم ﷺ کا امتی سفر حج کا ارادہ اور اسکی تیاری کرتا ہے، مگر جب وہ احرام باندھ کر لبیک اللھم لبیک (میں تیرے حاضر ہوں، اے کریم میں تیرے حاضر ہوں کی پکار لگاتا ہے)، تو اسکا یہ عمل سرمستی ورعنائی بن جاتا ہے۔ اگرچہ اللہ کریم نے حج صرف اغنیاء پر فرض کیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجّ الْبَيْتِ مَنِ السْتَطَاعَ اليه سَبيلا" (آل عمران ۹۷)

ترجمہ: اللہ کی رضا کے لئے لوگوں پر حج فرض کیا گیا ہے جسے وہاں (خانہ کعبہ) تک پہنچنے کی استطاعت ہو۔

مگر آپ کبھی کسی سال کے حجاج کرام کی فہرست اٹھا کر انکے مالی حالات کا جائزہ لیں تو ان میں غالب اکثریت ایسے افراد کی ہوگی جو مالی طور پر مضبوط نہیں ہوتے مگر انکا عشق وارادہ مضبوط ہوتا ہے، اور عشق ومحبت کو اپنی راہ میں کسی شکل اور تکلیف کا خیال تک نہیں ہوتا۔ پھر جب جانا اللہ کریم کے مبارک گھر ہو اور نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کر کے آنکھیں ٹھنڈی کرنا اور مہجور دل کو قرب کی نعمت کا ملنا ہو وہاں مالی استطاعت اور جسمانی توانائی کا حساب کون کرے؟

ہر چند کہ مالی استطاعت اور جسمانی توانائی دونوں حج کے فرض ہونے کے لئے ضروری ہے، مگر عشق اور محبت کو کون سمجھائے، پھر جہاں ایک بار حج کر لینے سے سارے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں جنت کا وعدہ ہو جائے۔

الحج مبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ (۱)

ترجمہ: مقبول حج کا ثواب جنت کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتا۔

ا۔ بخاری، ج ۳، حدیث نمبر 476۔ مسلم حدیث نمبر 1349

اور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد: من زار قبری وجبت له شفاعتی (۱)
ترجمہ: جس نے میری مرقد انور کی زیارت کی میری شفاعت اس کے لئے واجب ہوگئی۔
ایک دوسرے مقام پر فرمایا۔

مَنْ حَجَّ فزار قبری بعد وفاتی فكأنما زار نی فی حیاتی (۲)

ترجمہ: جس نے حج کیا پھر میری مرقد انور کی میرے وصال کے بعد زیارت کی وہ ثواب میں ایسے ہے گویا اس نے مجھے میری زندگی میں دیکھا۔

اتنے بڑے اور سچے بخشش کے وعدوں کے بعد کون گنہگار امتی ہوگا جو حج کیلئے رختِ سفر نہ باندھے؟ پھر خانہ کعبہ کے دوران طواف، حطیم میں داخل ہونا، ملتزم پر لپٹ کر رونا، حجر اسود کا بوسہ، مقام ابراہیم کی زیارت، زمزم کا جی بھر کر پینا، صفا و مروہ کے چکر کاٹنا، منیٰ و عرفات کا قیام، وہ مناظر ہیں، جہاں ایک گنہگار مسلمان اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے کریم آقا کے روبرو ہونا محسوس کرتا ہے پھر نبی کریم ﷺ کے مرقد انور کی زیارت، ریاض الجنۃ میں نماز کا پڑھنا، مسجد نبوی کے اندر رہ کر ستونوں کو دیکھنا اور گننا، پھر مدینہ منورہ کا قیام انسان کو ____ کچھ دنوں کیلئے ایسا احساس دلاتا ہے گویا وہ دنیا میں نہیں جنت میں سیر کرتا پھرتا ہے یہ وہ انعامات ہیں جنہیں ایک بار پالینے والا بار بار اس سفر کیلئے تیار رہتا ہے۔

مولاناؒ کے تین حج

آپ کے صاحبزادگان کہتے ہیں کہ آپؒ نے تین بار حج کی سعادت پائی

ع ہزار بار بروصد ہزار بار بیا

والد محترمؒ کے ساتھ پہلا حج اور غار ثور کی چڑھائی

پہلا حج 1966ء میں والد محترم پیر غلام فریدؒ کے ساتھ کیا۔ پہلا 1966ء والا حج تو مجھ ناکارہ کو بھی یاد ہے بندہ گورنمنٹ کالج بہاولنگر میں ایف اے کا طالب علم تھا اور بہت سے دیگر

۱، ۲۔ الدار قطنی، ج ۲، کتاب الحج

شہریوں کے ساتھ حضرت مولاناؒ کو الوداع کہنے بہاولنگر ریلوے اسٹیشن پر آیا۔ نماز مغرب کا وقت تھا، ہم نے نماز ریلوے اسٹیشن پر ہی ادا کی۔ بعد میں مولاناؒ کو اللہ کریم کے مبارک گھر کی حاضری اور نبی کریم ﷺ کے روضہ انور پر سلام کی درخواست بھرا ایک عریضہ بھی تحریر کیا۔ جس میں علامہ ابن کثیرؒ کے یہ اشعار بھی درج تھے۔

یا راحلین الی البیت العتیق لقد سرتم جسوما وسرنا نحن ارواحا

نحن اقمنا علی عذر وعن قدر ومن أقام علی عذر فقد راحا

ترجمہ: اے اللہ کریم کے پرانے گھر کی طرف سفر کرنے والو! تم اپنے جسموں کے ساتھ گئے ہو اور ہم نے اپنی روحوں کے ساتھ یہ سفر کیا ہے ہم تو عذر اور تقدیر کے قیدی ہو کر رہ گئے کہ وہاں جسمانی طور پر پہنچنے کی سعادت نہ پا سکے اور جو کوئی بھی شرعی عذر اور معذوری کیوجہ سے رک گیا وہ تو جسمانی طور پر جانے والوں کی طرح ہے۔

مولاناؒ کو میرا خط اور یہ اشعار بہت پسند آئے اور آپؒ نے مجھے خط کا جواب بھی حرمین شریفین سے ارسال فرمایا، جو میرے تسلی دل کیلئے بڑا سہارا بنا۔ اسی حج کا ایک اور واقعہ ____ جو مولاناؒ نے ایک وعظ میں سُنایا تھا یہ تھا کہ آپؒ اپنے والد محترم پیر غلام فریدؒ کو سہارا دیکر غار ثور پر چڑھا کر وہ مقام دیکھانا چاہتے تھے ____ جہاں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دوران سفر ہجرت مکہ مکرمہ سے چل کر قیام پذیر ہوئے تھے۔ ہم چڑھتے چڑھتے جب بالکل تھک گئے تو اباجیؒ نے فرمایا: قطب الدین تو نوجوان ہے اور میں بھی بالکل ہی کمزور نہیں ہوں ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ہلکان ہو گئے ہیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور نبی کریم ﷺ کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر کیسے غار ثور تک پہنچے ہونگے؟ یہ کہ کر خود بھی رونے لگ گئے اور مجمع پر بھی گریہ طاری کر دیا۔

مولانا قطب الدینؒ نے مزید فرمایا: جب جبل ثور کے دامن میں پہنچے تو میں نے اباجیؒ سے عرض کیا کہ آپ تھک جائیں گے، آپ یہاں آرام کریں اور میں اوپر جا کر غار ثور کی زیارت کرتا ہوں۔ والدؒ نے فرمایا، اگرچہ صرف پہاڑ ثور کو دیکھ لینا بھی سعادت مندی ہے کیونکہ اس نسبت کریم ﷺ

سے ہے، مگر میں اوپر وہ مقام دیکھنا چاہتا ہوں جہاں آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ کے سفر میں تین دن قیام فرمارہے۔ ان کا جذبہ صادق دیکھ کر میں نے ارادہ کرلیا کہ اباجیؒ کو لیکر اوپر جاؤں گا۔ پھر اوپر جاکر ہم نے اس غار کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کیں۔

دوسرا حج

والدہؒ کی معیت میں یہ سفر حج 1974ء میں ہوا آپؒ کے ہمراہ چالیس سعادت مند افراد کا قافلہ تھا جس کے آپؒ امیر تھے۔

خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع
تخیل ملکوتی جذبہ ھائے بلند

ان میں نمایاں مولانا محمد رفیقؒ ناظم مدرسہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد، ڈاکٹر شیخ اکرام الحقؒ، حاجی عبدالرحیم کھوکھرؒ، حاجی شرح محمد چوٹیاؒ وغیرہ تھے۔ ڈاکٹر اکرام الحق صاحب سنایا کرتے تھے کہ حضرتؒ نے تمام ساتھیوں کے شریعت کے مطابق صحیح حج کا خیال رکھا۔ دوران سفر نمازوں کا اہتمام کرایا بلکہ بحری جہاز کے عرشہ پر ہماری اور تمام مسافر حجاج کی نماز کی امامت کراتے رہے اور فضائل اعمال اور خصوصاً طریقہ حج پر تقاریر کرتے تھے۔ قیام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تمام متبرک تاریخی مقامات کی سیر اور زیارت کرائی۔ خصوصاً مسجد نبوی شریف کے مبارک استوانے دکھائے اور ان کی تاریخی اور دینی اہمیت بھی بتائی یوں آپؒ کی وجہ سے ہمارا یہ سفر روحانی اور علمی دونوں اعتبار سے نہایت بابرکت اور مفید ہوا۔

صحبت اہل صفاء نور و حضور و سرور

اس سفر کی غالباً سب سے بڑی سعادت یہ تھی کہ والدہ محترمہؒ ہمراہ تھیں جن کا پیرانہ سالی میں سنبھالنا، آرام کا خیال کرنا، ارکان حج کی تکمیل کرانا اور بصحت و سلامتی گھر تک واپس لانا اللہ کریم کے تقرب کا ایک نہایت مؤثر وسیلہ تھا۔ اپنے وعظ میں اکثر والدہ محترمہؒ کی ہمراہی اور حج کی سعادت سے بہرہ ہونے کا ذکر فرمایا کرتے تھے، یوں سامعین کو خدمتِ والدین کی سعادت کیلئے

تیار کرتے۔اس سفر حج میں آپ کے مرید خاص حاجی محمد شریف اُسکراجوتہ بھی ساتھ تھے۔

تیسرا حج، اہلیہ محترمہؒ کی معیت، ریل کا حادثہ اور مدینہ منورہ کے کتوں کا انصاف

اس سفر حج میں ایک واقعہ پیش آیا جو اللہ کریم کی کرم نوازی اور ساتھیوں کی دلداری کا انوکھا ثمر تھا۔حج سے واپسی پر جب گاڑی سمہ سٹہ پہنچی، جہاں سے بہاولنگر کیلئے دوسری ریل گاڑی میں سوار ہونا تھا، آپؒ کے ساتھی اپنا اپنا سامان بہاولنگر کی گاڑی میں رکھ کر اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ گاڑی کب چلے گی۔گاڑی کو یہاں کافی دیر ٹھہرنا ہوتا تھا۔ بالکل اندھیرا تھا آپؒ تہجد کی نیت سے پلیٹ فارم سے نیچے اتر کر استنجا وغیرہ کیلئے دوسری لائن کی طرف گئے اچانک بالکل اسی لائن پر شاہین ایکسپریس آگئی اور آپؒ کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔گاڑی آپؒ کے اوپر سے گذر گئی۔آپؒ فرمایا کرتے تھے۔میں گاڑی پٹڑی پر لیٹ گیا اور گاڑی گذر گئی۔اللہ کریم نے میری حفاظت فرمائی ۔الحمدللہ،صرف میرے رومال کا ایک پلہ کٹ گیا جبکہ کریم آقا نے میری حفاظت فرمائی۔حالانکہ ریل کا عملہ اور میرے ساتھیوں کو میری موت کا پورا یقین ہو چکا تھا۔

مولاناؒ نے اللہ کریم کی بخشی ہوئی توفیق سے یہ حج 1982ء میں کیا اس سفر مبارک میں اہلیہ محترمہؒ نے آپؒ کی ہمراہی کی سعادت پائی ان کے علاوہ میاں محمد الدین بانورہ، حاجی بشیر احمد راجپوت منچن آباد وغیرہ ہمراہ تھے اہلیہ محترمہؒ اپنے بچوں اور دیگر رشتے داروں کو بتایا کرتی تھیں کہ آپؒ نے کیسے انہیں شریعت کے مطابق حج کرایا زیارات کرائیں تاریخی مقامات مقدسہ دکھائے اور ان کے آرام کا مکمل خیال رکھا۔

اس سفر حج اور قیام حرمین شریفین کے روح پرور واقعات آپؒ اپنی تقاریر میں بہت زیادہ سنایا کرتے تھے بالخصوص قیام مدینہ منورہ کے واقعات رو رو کر سناتے اور سامعین کو بھی رلاتے، مدینہ منورہ کے کتوں کا ایک قصہ بار بار سُناتے ،فرماتے میں سنا تھا کہ مدینہ منورہ کے کتے آپس میں نہ لڑتے ہیں، نہ خوراک پر جھپٹتے ہیں، نہ انسانوں پر گھراتے ہیں۔میں ایک مقام پر کتوں کو اکٹھا دیکھا۔انہیں روٹی کے ٹکڑے ڈالے، وہ اپنے اپنے سامنے کا ٹکڑا اٹھا کر چلے گئے نہ

ایک دوسرے پر گھرائے، نہ چھینا جھپٹی اور نہ ایک دوسرے کا حصہ کھایا، میں حیران رہ گیا، یہ ساری برکات کریم ﷺ کی ہیں، جو اس مبارک شہر میں آرام فرما ہیں۔

نفسی الغداء لقبر أنت ساکنه فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ترجمہ: میری جان اس مرقد انور پر قربان، جس میں آپ ﷺ آرام فرما ہیں۔ یہ محض مٹی کی ڈھیری نہیں، اس میں پاکیزگی ہی پاکیزگی ہے بخشش ہی بخشش ہے اور بزرگی ہی بزرگی ہے۔

تبلیغ

حضرت مولانا قطب الدین فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات میں وہ شعبہ جس سے اس علاقہ کے مسلمان سب سے زیادہ مستفید ہوکر آپؒ کی زندگی میں اور زندگی کے بعد آپؒ کی روح پر فتوح سے خوش اور دعا گو ہیں، وہ آپ کی تبلیغی خدمات ہیں، جن کی برکت سے بہت سے لوگوں کو ہدایت، باعمل زندگی اور اللہ کریم کا مخلص بندہ بن کر جینے کی دولت نصیب ہوئی۔ ضلع بہاولنگر، پاکپتن اور آگے بھی وہ کون سا گاؤں یا شہر ہوگا، جہاں اللہ کریم کے اس فقیر بندہ کے پاؤں نہ لگے ہوں، جہاں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی امت کی اصلاح وفلاح کیلئے وعظ نہ کیا ہو، دعوت دینے والوں سے سواری کی شرط، نہ سفرخرچ کا تقاضہ، اچھا کھانے کا اشارہ نہ آرام دہ مقام استراحت کا مطالبہ

؎ جوتختی منزل سامان کو سفر سمجھے　　　　اے وائے ناکامی ناپید ہے وہ راہی

ایک لمبا عرصہ جو تقریباً 40 سال پر محیط ہے ____ تک آپؒ نے بائیسکل پر سفر کر کے تبلیغ دین کا مقدس فریضہ ادا کیا۔ آپؒ کے بیٹے حافظ سعید فاروقی صاحب کہتے ہیں آپؒ نے ابتداً 1950 ____ 1951 تک پیدل سفر کر کے بھی وعظ کیے، پھر 1977ء میں اللہ کریم نے موٹر سائیکل کے اسباب مہیا فرما دیے، تو آپؒ نے اُن تبلیغی اسفار کے لیے موٹر سائیکل خرید لی جس پر اس وقت تک آپؒ نے سفر کیا جب تک فالج نے آپؒ کو گھر کا بنا کر رکھ دیا اور تبلیغی اسفار موقوف ہوگئے۔

تبلیغی مصروفیات کا عرصہ

آپؒ کی تبلیغی سرگرمیوں کا عرصہ تقریباً نصف صدی پر محیط ہے، اس کا باقاعدہ آغاز آپؒ نے 1951ء میں بہاولپور جامعہ عباسیہ سے علامہ کی ڈگری لے کر کیا۔ پھر پہلے پہل گورنمنٹ عربیک مڈل سکول منچن آباد پھر محمد پور سنساراں آگئے، اور اپنی سرکاری ملازمت کے ساتھ ساتھ فارغ اوقات میں تقاریر کرتے۔ یہ سلسلہ 1951ء سے 1983 تک رہا۔

پھر مولانا محمد شریفؒ کے اصرار پر مدرسہ عربیہ قادریہ بطور مدرس آ گئے، مگر مولانا محمد شریفؒ سے شرط طے کی کہ ہفتہ میں دو دن جمعرات و جمعہ تبلیغی کاموں کیلئے ہوں گے، جو مولانا محمد شریفؒ نے منظور کر لی یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک 1994ء میں آپؒ استعفیٰ دے کر صرف تبلیغ دین کے لئے وقف ہو گئے پھر یہ مبارک سلسلہ 8-2007 تک جاری رہا یہاں تک کہ بیماری نے آپؒ کو گھر بٹھا دیا۔

آپؒ کے مختلف اسفار کا ذکر

آپؒ کے منجھلے صاحبزادے مولانا مسعود احمد فاروقی صاحب نے آپؒ کے چند چیدا چیدا تبلیغی اسفار کا تذکرہ اس طرح کیا۔

حضرت والدؒ صاحب کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں میں بسلسلہ بیانات جانے کا شرف حاصل ہوا ۔ خاص کر بوریوالا تحصیل کے مختلف چکوک مثلاً 9 27 کھوکھرانوالا، 277EB، 301EB، چک نمبر 35KB، 36KB، نوشہرہ جملیرا، ساہوکا، چک نمبر 237 کلرنوالا، 113 کلہرنوالا میں بہت کثرت سے بیانات ہوتے تھے۔آپؒ کے وعظ تقریر کے اثرات سے وہاں کے لوگوں میں دینی شعور اجاگر ہوا، مذکورہ چکوک کے لوگ مختلف غلط رسومات میں جکڑے ہوئے تھے۔ انکو صحیح بات سمجھنے کے مواقع حاصل ہوئے۔اور بد نظریات سے توبہ نصیب ہوئی اور حضرت والد صاحب سے روحانی بیعت کی۔ آج ان کو علاقوں میں آپؒ کے سینکڑوں مریدین کا حلقہ موجود ہے۔الحمد للہ بندہ کا رابطہ ان لوگوں سے قائم اور دائم ہے۔حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں سے اکثر فرماتے تھے: آپؒ لوگوں سے مجھے دنیاوی کوئی لالچ نہ ہے صرف عقیدے کی درستی ضروری ہے، ان اسفار میں کبھی کوئی دنیاوی مال و دولت کے بارے میں لالچ نہیں کیا، کھانے ، پینے اور سونے میں کبھی کوئی مطالبہ نہیں کیا۔گھر سے بوریوالا تقریباً 80 کلو میٹر بنتا ہے، جو کہ پہلے سائیکل پر کرتے رہے اور پھر موٹر سائیکل پر ہی سفر جاری رہا، کبھی کوئی بہانہ یا عذر نہیں کیا۔تقریباً ہر تبلیغی سفر میں، میں آپؒ کی ہمراہی کی سعادت پاتا۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب، مولوی بدر دین صاحب، حاجی اکبر علی جملیرا کا کردار نمایاں رہا۔ جنہوں نے مختلف لوگوں کا حضرت والد صاحب کے ساتھ تعلق قائم کروایا، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفر میں اپنے ساتھی کا بہت خیال کرتے تھے، کھانے، سونے ہر حال میں ساتھی کو بہت محبت فراہم کی۔ دوران سفر فرض عبادات اور نوافل وغیرہ میں کبھی کمی نہیں فرماتے تھے، رات دیر تک بیان ہوتا لیکن تہجد قضا نہیں ہونے دی، بلکہ اشراق، چاشت، اوّابین، ذکرواذکار اور تلاوت قرآن شریف میں کمی نہیں آنے دی، حالانکہ یہ اسفار مشکل بھی تھے لیکن اپنے معمولات میں کوتاہی نہیں پسند کرتے تھے۔ سفر میں باجماعت نماز ادا کرنے کا ہمیشہ اہتمام فرماتے، جہاں جس مسجد میں مقامی امام جماعت کراتے ان کی اقتدا میں نماز ادا کرتے اگر مقامی مسجد دور ہوتی یا جماعت نکل جاتی تو اپنی جماعت کرالیتے، سفر میں کبھی بھی داعی کی بات کا شکوہ زبان پر نہیں آیا۔ ہمیشہ خندہ پیشانی سے فرماتے کہ بلانے والے نے دال دی تو خوش ہوکر تناول فرمالی۔ صبر وتحمل طبیعت میں بہت ہی زیادہ تھا۔ ایک دفعہ شعبان کی 14 تاریخ کو اڈہ جملیرا سے واپسی ہورہی تھی اور بندہ کہا کہ جلدی گھر جانا ہے کیونکہ شب برات ہے۔ چوک مرلہ تانگہ سے موٹرسائیکل کی ٹکر ہوگئی جس سے آپؒ کو گھٹنے میں شدید چوٹ لگی۔ کئی ٹانکے لگے۔ اس شدید میں ایک ہی بات زبان پر تھی کہ میں شب برات کی عبادت سے محروم رہ گیا افسوس صد افسوس ہے۔ اسفار میں کبھی بھی کسی ہوٹل میں جانے کا سوچا بھی نہ تھا، بہرحال آپؒ کی زندگی کا ایک مقصد نمایاں رہا کہ دین کی اشاعت ہو، اس لیے سفر کیے، تکلیفیں اٹھائیں، مگر جب تک فالج کی بیماری نے انہیں گھر کا ہی نہیں بنایا یہ اس مقصد کے حصول کے لئے کوشاں رہے، رحمۃ علیہ واسعۃ۔

آپؒ کن نیک کاموں کی تبلیغ کرتے تھے؟

یا بالالفاظ یوں کہیے کہ آپؒ کی تبلیغ وعظ کے عمومی موضوعات کیا تھے؟ آپ اللہ کریم کی توحید، نبی کریم ﷺ کی رسالت اور بالخصوص آپ ﷺ سے محبت وعشق، غلط رسوم ورواج، نماز، روزہ، حج، زکاۃ، حج کے فضائل ومسائل بیان فرمایا کرتے تھے۔ یہاں اس عنوان کے تحت آپؒ

کے چند مخصوص تبلیغی موضوعات کا قدرے تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

عشق رسول ﷺ

جس موضوع پر بہت زیادہ توجہ دیتے، سب سے زیادہ پسند کرتے، سب سے زیادہ سامعین کے دلوں میں اتارتے وہ نبی ﷺ کا عشق تھا، اور وہ جو شریعت وطہرہ کی روشنی میں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صلحاء امت کے طریقہ کے مطابق تھا اور ہے، ایسا عشق نہیں جو زبانی جمع خرچ تو ہو، وہ قرآن کریم، حدیث شریف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صلحاء امت کے طریقہ کے مطابق نہ ہو۔ عشق ایسا کرتے جو اللہ کریم کی رضا کا وسیلہ ہو اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے اتباع کا ذریعہ ہو۔ اس بارے میں آپؒ مولانا غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے۔

عشق محمد پتا کی ہووے مجھیں دے چروالاں
ابو جھل کی قدر محمد ﷺ نُچھو ونج بلالاں

ترجمہ: محمد کریم ﷺ کے عشق کا صحیح علم اور پتہ بھینسوں کے چرانے والے ان پڑھ اور سنی سنائی باتوں پر چلنے والوں کو کیونکر ہو۔ بھلا ابو جہل کو کریم ﷺ کی قدر اور شان کا کیا پتہ؟ یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جا کر پوچھو۔

فرمایا کرتے تھے: میرا اور میرے اکابرینؒ کا عشق نبی ﷺ میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ مٹی جو کریم ﷺ کے مبارک پاؤں کو چھو رہی ہے وہ عرشِ معلٰی سے بھی زیادہ متبرک اور شان والی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سچی محبت اور سچی اتباع کو آپؒ بخشش کا ذریعہ سمجھتے تھے، اس ضمن میں اکثر تقاریر میں حضرت مولانا غلام قادرؒ کے یہ اشعار پڑھتے۔

غلام قادر کیا خوف قیامت جیند ایار اُوہا
تھی قربان رسول اللہ تھیں میرا من سنیھا
ہر جا سختی اندر تینوں مول بھلاون ناہیں
تینوں یاد نہ آوے احمق دن تے رات کدائیں

ترجمہ: غلام قادر! اس خوش قسمت کو قیامت کا کیا ڈر جس کا حبیب آپ ﷺ ایسا شفیق و سفارشی ہو۔ لہٰذا اگر تو میری نصیحت پر عمل کرے تو رسول اللہ ﷺ پر فدا ہو جا۔

وہ ایسے مہربان اور کریم ہیں کہ ہر جگہ سختی کے موقع پر تجھے بھولیں گے نہیں، لیکن افسوس ہے اے بیوقوف! ایسے محسن کریم دن رات تجھے کبھی یاد نہ آئیں۔

مولاناؒ کے نزدیک عشق محمد ﷺ دنیوی زندگی کی سب سے اصل اور بڑی کمائی، باقی سب وقت کا ضیاع اور کھوٹا سودا ہے، اس ضمن میں یہ اشعار بالخصوص پڑھا کرتے:

؎ عشق محمد خیر منگاں میں دوجی لوڑ نہ پائیں
یارب ٹھاں ٹھاں عشق محمد سرتوں پار لنگھائیں
ھائے عشق محمد وکدا جانوں مل لویندا
جان کہی بل لکھاں جاناں تاہیں مفت گنیدا

ترجمہ: اے رحیم و کریم پروردگار! میں تیری عظیم ذات سے صرف محمد کریم ﷺ کی محبت مانگوں اور میری کوئی ضرورت نہ رہے۔

اے کریم پروردگار! عشق محمد کریم ﷺ ٹھاٹھیں مار مار کر میرے سر سے گزر جائے اور اس میں ڈوب جاؤں۔

____ ہائے کیا کروں؟ اگر عشق محمد کریم ﷺ کہیں سے قیمتاً ملتا اور اس کی قیمت جان ہوتی تو پھر ایک جان کیا بلکہ میری لاکھوں جانیں ہوتی، جنہیں بدلے میں پیش کر کے میں آپ ﷺ کا عشق خرید لیتا۔

یہاں اس موقع پر بار بار رو پڑتے اور گلو گیر آواز میں یہ اشعار پڑھتے

؎ جس نے مال اولاد پیاری سرور عالم نالوں
بھانویں قطب ولی سداوے دوزخ گیا دبالوں

ترجمہ: جس شخص کو اپنا مال اور اولاد سرور عالم ﷺ سے زیادہ پیاری ہو، وہ بھلے قطب اور ولی مشہور

ہو، وہ اس طرح مال اور اولاد کی محبت کے وبال میں دوزخ جائے گا۔

اور صرف اسی پر بس نہیں اگر کریم اپنا کرم کرے قیامت کو جنت بھی عطا فرما دے، آپؒ لوگوں کو سمجھاتے کہ وہاں نبی کریم ﷺ کی معیت اور ساتھ نصیب ہونے کی تمنا کریں، میں نے خود سنا ہے اس موقع پر یہ اشعار پڑھتے

غلام قادر جے سچ پوچھیویں لوڑ بہشت نہ کائی
حوراں تے غلمان قصوراں ساریاں کنوں صفائی
یا نبی اللہ! جنت والی سانوں لوڑ نہ پوسیں
تیرے باہجھ حبیب ربانیاں جنت دوزخ تھیسیں

ترجمہ: اے غلام قادر! اگر مجھ سے سچی بات پوچھی جائے تو جنت کی کوئی ضرورت ہیں نہیں، وہاں کی حوریں، خدمت گزار نوجوانوں اور محلات سب (نبی کریم ﷺ کے عشق اور آپ ﷺ کے قرب کے بغیر) بے معنی ہیں۔

اے اللہ کریم کے نبی کریم ﷺ! ہم آپ کے غلاموں اور آپکی محبت میں مٹ جانے والوں کو آپ کے قرب کے بغیر جنت کی ضرورت ہی نہیں ہوگی کیونکہ اے اللہ کریم کے (سچے اور سچے) دوست! آپ کے وہاں قرب سے دوری کی وجہ سے تو جنت بھی دوزخ کی طرح تکلیف دہ ہوگی۔

اپنے مواعظ حسنہ میں بارہا اس حقیقت کی طرف اشارہ بلکہ تائید کرتے کہ نبی کریم ﷺ کے مقام عالی شان کو نہ پہچاننا اور اس کے مطابق آپ ﷺ سے محبت نہ کرنا بہت بڑی بدبختی اور حرماں نصیبی ہے، ہر امتی اور میرے مرید اور عقیدت مند کو چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے سچی محبت اور آپ کا اتباع کر کے اس بدبختی سے نکلے۔ کئی باران مواقع پر یہ اشعار پڑھتے اور حاضرین مجلس کو رلاتے

قسم خدا دی جے ہک واری اکھیاں منگ لے جاویں
اکھیں نال اساڑیاں ویکھیں قدرتدائیں پاویں

شاید اکھیں ابو جہل دیاں تینوں ہی مل گیاں

تائیں نہ قربان ہویوں تو اگلی رسماں لیاں

ترجمہ: اللہ کریم کی قسم! اے سننے والے اور پڑھنے والے! نبی کریم ﷺ کی زیارت کرنے اور آپ کی شان مبارکہ کو سمجھنے کے لئے اگر تو ایک بار میری آنکھیں مانگ کر لے جائے اور ان آنکھوں سے آپ ﷺ کا دیدار کر لے تو تجھے آپ سردار آقا ﷺ کی صحیح قدر معلوم ہو جائے۔

مگر اے بدنصیب! مجھے لگتا ہے کہ شاید تجھے بھی ابو جہل کی گستاخ آنکھیں مل گئی ہیں اور ان کے ساتھ آقا نامدار ﷺ کی زیارت کر رہا ہے، اسی لیے تجھے آپ ﷺ پر قربان ہونے کی سعادت نہیں مل رہی کیوکہ تو نے ابوِ جہل کی رسموں کو اپنا لیا ہے (کہ وہ قریشی ہو کر اور مکہ مکرمہ کا باسی ہو کر اور آپ ﷺ کو روزانہ دیکھ کر بھی فدا نہ ہوا)۔

اصلاح نفس

وعظ کا اصل مقصود و مدعا سامعین کی اصلاح نفس کرنا، ان کے دلوں کو اللہ کریم اور اس کے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی طرف قائل کرنا، بدی سے نفرت اور نیکی سے محبت پیدا کرنا، بری عادات کا چھوڑنا اور نیک عادات کا اپنانا، سابقہ گناہوں سے توبہ اور آئندہ کے لئے نیک اعمال کا پختہ ارادہ کرنا اور اس کا طریقہ سمجھانا ہوتا ہے مولاناؒ اپنے مواعظ میں اصلاح نفس پر بہت زور دیتے، گھنٹوں اس پر تقریر کرتے اور سامعین کو اصلاح پر قائل کرتے، بسا اوقات خود پر گریہ طاری ہو جاتا اور یہ شعر پڑھتے، اور سامعین کو نفس کی اصلاح اور توبہ کرنے پر تیار کرتے

؎ اپنے عیب کمائے ہوئے جاں چت میرے آون

سر گرداں حیراں ہوواں تے ڈیکاں نکل جاون

ترجمہ: اے سننے والے! جب مجھے اپنے کیے ہوئے گناہ یاد آئیں تو (ان کی کثرت دیکھ کر اور سوچ کر) میرا سر چکرانے لگتا ہے، حیران و پریشان ہو جاتا ہوں اور میری روتے روتے چیخیں نکل جاتی ہیں۔

تبلیغ کیلئے نبی الرحمۃ ﷺ کا مبعوث ہونا انسانوں پر احسان

نبی کریم ﷺ کا نبی اور مبلغ بن کر آنا ساری انسانیت پر بالعموم اور مسلمانوں پر بالخصوص اللہ کریم کا بہت بڑا احسان ہے۔ قرآن کریم میں اس بارے میں خصوصی آیات اتریں، مثلاً

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران:۱۲۴)

ترجمہ: اللہ کریم نے مومنین پر احسان فرمادیا جب ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا جوان پر اُس کی آیات تلاوت کرتا ہے، اور اُن کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور انہیں کتاب اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے۔

حضرتؒ اللہ کریم کی اس نعمت عظمیٰ کا ذکر ان اشعار میں کیا کرتے تھے۔

واہ سبحان اللہ رب ساڈے اوپر کیڈا فضل کمایا
ساڑی کارن سوہنا مدنی چھیڑو بن کر آیا
کھلا بلاوے نال رلاوے چھیڑوں دور گئی نوں
انہی مُنڈی لولی تائیں یا جو اوجھڑ پئی نوں
جیڑیاں آپ آوارہ ہویاں رل مریاں وچ جھاڑاں
شیراں چوراں دے ہتھ آیا لقمہ بگھیاڑاں

ترجمہ: واہ واہ، سبحان اللہ! اللہ کریم نے ہم مسلمانوں پر کتنا بڑا فضل کیا کہ ہماری اصلاح کے لئے نبی کریم ﷺ کو نگران بنا کر مبعوث فرمایا۔

آپ ایسے مہربان و مشفق تھے کہ جو بھی جماعت یا گروہ یا قافلہ سے الگ ہوتا یا کسی طرح دور رہ جاتا اُسے بلا کر ساتھ ملا لیتے جس طرح وہ خبردار اور مہربان چرواہا کرتا ہے کہ گلہ یا ریوڑ سے الگ ہونے والی کو بلا کر ساتھ ملا لیتا ہے، وہ آنکھوں اور پیروں سے معذور یا جو کسی طرح راستہ بھول گئی (گیا) ہو اسے ساتھ ملا لیتا ہے۔ لیکن وہ جانور جو خود آوارہ ہو جائیں اور گلہ بان کا ساتھ ملانے کا

حکم مانیں ہی نہ وہ گمراہی کے جنگل کے جھاڑوں میں رل کر مر جاتے ہیں یا انہیں شیر کھا جاتے ہیں، یا چور لے جاتے ہیں یا جنگل کے بھیڑیوں کا لقمہ بنتے ہیں

یہ اکثر دیکھا گیا کہ یہاں پہنچ کر آپؒ پر رقت طاری ہو جاتی اور یہ شعر ضرور پڑھتے

پر جنھاں دے دل مہراں جڑیاں ازلی قہر الٰہوں
وچ گمراہی ہوئے پریڑے رد ہوئے درگاہوں

ترجمہ: مگر جن (بدبختوں) کے دلوں پر اللہ کریم نے (ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے) گمراہی کی مہر لگا دی وہ اپنی گمراہی میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ کریم آقا کے دربار سے دھتکار دیے گئے۔

توں تسبیح دے منکیاں وانگوں عیباں وچ پروتوں
ساری عمر کر دیاں کر دیاں اجے نہ ہٹ کھلوتوں
دس ہن اتنے عیب کما کر جاگہ تیری کیہڑی
وچ وھیر گھو بیر گناہاں بیڑی چڑھ سیں کیہڑی

ترجمہ: اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے اور سامعین کو سناتے ہوئے فرماتے: تو تو تسبیح کے دانوں کی طرح عیبوں میں پرویا جا چکا ہے (جس طرح تسبیح کے دانے آپس میں قریب قریب جڑے ہوئے ایک ہی دھاگا میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تو بھی نفس کے دھاگا اور گناہوں میں لتھڑا ہوا ہے) تو نے یہ گناہ ساری زندگی کیے مگر آج تک تو نے ان سے توبہ نہیں کی۔

بھلا مجھے یہ تو بتا کہ اتنے زیادہ گناہ کرنے کے بعد تیرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ (جنت یا جہنم خود ہی فیصلہ کر لے) جب دریا کی طغیانی زوروں پر ہو اور وہ اپنے حدوں کو پھلانگ رہا ہو، اس میں سے ہر گزرنے والے یا داخل ہونے والے کا نصیب غرق ہونا ہی ہو تو پھر مجھے بتا اگر تیرے ساتھ یہی صورت پیش آئے تو کون سی اور کس کشتی پر سوار ہو کر اسے پار کرے گا؟

پھر سامعین کو جب متاثر دیکھتے یا ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے تو انہیں اُمید کا دامن نہ چھوڑنے کا درس ان اشعار میں دیتے:

ے لکھ واریں رہامیں توبہ بھنی تے ھاں میں بے اعتبارا

پھروی در تیرے تے ڈگا بخشیں بخشن ھارا

ترجمہ: اے میرے کریم سلطان! میں نے بارہا اپنی توبہ کی لاج نہ رکھی، میں ایسا پاپی ہوں جس کا کسی طرح اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ مگر کیا کروں؟ تیرے کریم کے در کے سوا اور کوئی در بھی تو نہیں، بس تجھ کریم کو کافی سمجھ کر تیرے ہی در پر آپڑا ہوں، میری بخشش فرمادے (آمین)۔

اصلاح کے طریقے میں تعلیم فرماتے، نماز پنجگانہ کی تاکید کرتے، حلال کمانے اور کھانے کا سبق دیتے، آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین کرنے اور اصلاح دل کے لئے وظائف واوراد بھی بتاتے، جن کا ذکر کتاب کے حصہ ''تصوف وسلوک'' میں درج ہیں۔

اثر وتاثیر

اگر اللہ کریم اپنا کرم کرکے انسانوں کو اخلاص وللھیت کے ساتھ ہی لحن داؤدی سوز وگداز بھری میٹھی آواز عنایت فرمادے اور انسان اللہ کریم کی رضاجوئی کے لئے دل کے ٹکڑے میٹھی آواز سے سامعین کے سامنے رکھے تو ان کا اثر لازم ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے سب سے زیادہ یہ نعمت حضرت ابوموسیٰ (عبداللہ بن قیس) اشعری رضی اللہ عنہ کو عنایت ہوئی تھی، کریم ﷺ ان کا قرآن تلاوت کرنا بڑی چاہت وتوجہ سے سنتے، بارہا ایسا ہوا کہ ان کے گھر کے قریب سے گزرے اور انہیں تلاوت قرآن کرتے سنا تو رک جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ تلاوت مکمل نہ کرلیتے۔ ایک دن خوش ہوکر فرمانے لگے:

لَقَدْ اُوتِيْتَ مِزْ مَاراً مِّنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوُد (۱)

ترجمہ: (اللہ کریم نے تجھے) حضرت داود علیہ السلام کا سوز اور آواز عطا فرمائی ہے (یعنی تیرے گلے میں حضرت داود علیہ السلام کی آواز اور سوز رکھ دیے ہیں) سبحان اللہ!

۱۔ متفق علیہ: بخاری، ج ۹، نمبر ۸۱۔ مسلم، حدیث نمبر 236، 793

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کریم نے لحن داودی، نہایت میٹھی آواز، پرسوز اور پردرد آواز عطا فرمائی تھی۔ دوران تقریر جب جوش اور پرسوز آواز میں اپنے موضوع پر اشعار پڑھتے تو مجمع رونے لگ

جاتا اور سامعین متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ آپؒ کئی جگہ تقریر کے لیے تشریف لے گئے، پرسوز آواز میں اشعار پڑھے تو سامعین ہل کر رہ گئے، بہت سوں کو ہدایت نصیب ہوئی اور بہت سوں نے بری عادات و بداعمال ترک کر دیے۔

ادھر وہ کہتا گیا، ادھر آتا گیا دل میں
اثر یہ ہو نہیں سکتا کبھی دعویٰ باطل میں

حضرتؒ کے ایک مرید خاص قاری غلام مرتضیٰ صاحب جو آپؒ کے بیمار ہونے سے قبل مسلسل چار سال تک آپؒ کے موٹر سائیکل کے ڈرائیور بن کر سعادت پاتے رہے، کہتے ہیں ہمارا گاؤں بستی نوناریاں نزد میکلوڈ گنج اور ہمارا خاندان مولاناؒ کے ساتھ ساتھ پیر کرم حسن صاحب ساکن 237 جھگڑانوالا ضلع اوکاڑہ کے بھی عقیدت مند تھے۔ ایک بار ہمارے وہاں کوئی دینی پروگرام تھا، جس پر آپؒ اور پیر کرم حسن صاحبؒ دونوں مدعو تھے۔

ہمارے گاؤں کے بعض لوگوں کا خیال ہوا کہ چونکہ مولانا قطب الدینؒ دیوبند ہیں لہٰذا ان کا وعظ نہ کرایا جائے تاکہ پیر صاحب ناراض نہ ہوں، مگر پھر جب ان سے اجازت لے کر آپؒ کا وعظ کرایا گیا۔ آپؒ نے تین چار گھنٹے بیان فرمایا۔ وعظ کیا تھا دل کے ٹکڑے زبان کے رستہ سے باہر نکل رہے تھے چونکہ موقع ایسا تھا۔ آپؒ نے خواجہ فرید الدینؒ اور مولانا غلام قادرؒ کے اشعار، جو توحید باری کریم، عشق مصطفیٰ کریم ﷺ میں لحن داودی میں پرسوز انداز میں پڑھے، پیر صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ نہ صرف یہاں لوگوں کو آپؒ کی تقاریر سننے بلکہ حضرتؒ کو اپنے گاؤں نزد اوکاڑہ خطاب کی دعوت دے کر آئے۔ حضرتؒ یہاں تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔ پھر پیر صاحب ایک بار بستی نوناریاں نزد میکلوڈ گنج، تحصیل منچن آباد تشریف لے گئے اور اپنے تمام مریدین

بالخصوص میرے دادا میاں ولی محمدؒ کے ہاتھ حضرتؒ کے ہاتھوں میں دے کران سب کو حضرتؒ کا بنا کر واپس چلے آئے ہمارا خاندان اور اس علاقہ کے لوگ آج تک حضرتؒ اور علماء دیوبند کے عقیدت مند ہیں۔ بقول شاعر اسلامؒ

؎ کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

دنیا کی بے ثباتی، آخرت کی تیاری اور موت

حضرتؒ کے مواعظ میں حسنہ کا بڑا حصہ دنیا کی زندگی کے عارضی ہونے، موت اور آخرت کی تیاری پر ہوتا تھا۔ چونکہ مخاطبین پنجابی ہوتے تھے، لہذا آپؒ پنجاب زبان میں گھنٹوں تقریر فرماتے، اللہ کریم نے اپنے بندہ کو قوت گویائی عنایت فرمائی ہوئی تھی، لہذا آپؒ مسلسل کئی گھنٹے اس موضوع پر اظہار خیال فرماتے، سامعین بھی نہایت توجہ اور خوشی سے آپؒ کے ارشادات سنتے۔ وہ دنیا کی بے ثباتی، نیک اعمال اور جنت کے داخلہ کے لئے بڑے خوبصورت انداز میں اشعار پڑھتے، آپؒ دنیوی عارضی زندگی کو ٹرین (ریل گاڑی) انسانی سانس کو انجن، نیک اعمال کو ٹکٹ اور فرشتوں کو گارڈ اور پولیس مین کی تشبیہات دیتے ہوئے، بات بڑے سہل انداز میں ذہن نشین کرواتے۔ میں نے بار ہا تقاریر میں آپؒ کو یہ نظم پڑھتے اور روتے سنا

۱۔ نون نیندر کولوں جاگ یارا
گھنٹی وج گئی بابو پکار داہی

ترجمہ: اے میرے دوست! غفلت کی نیند سے بیدار ہو جا۔ ریل گاڑی نے روانگی کے لئے سٹی بجادی ہے، بابو جلدی کے لئے آوازیں دے رہا ہے۔

۲۔ سیٹی دتی ہے جان ٹرین والی
گاڈ جھنڈیا کھلا اولا رداہئی

ترجمہ: ڈرائیور نے گاڑی کی روانگی کی سٹی بجادی ہے، گارڈ مسافروں کو ہوشیار رہنے کے لئے اپنی

جھنڈیاں بھی ہلا رہا ہے۔

۳۔ لمبا سفر ہے ٹھہرنا بہت تھوڑا
انجن لگیا تیز رفتار داہئی

ترجمہ: یہ گاری (زندگی) بمبامیل (تیز ترین گاڑی) ہے اس نے یہاں بہت قلیل مدت کے لئے ٹھہرنا ہے، اس میں انجن (سانس) بہت تیز لگا ہوا ہے۔

۴۔ تیرے نال دے ٹکٹ خرید بیٹھے
جنہاں نوں فکر وطن یار داہئی

ترجمہ: میرے دوست! تیرے ساتھی تو اپنا اپنا ٹکٹ بھی خرید چکے ہیں کیوں کہ اُنہیں اپنے پیارے کریم کے وطن (آخرت) پہنچنے کا بڑا ہی فکر تھا۔

۵۔ توں تاں سئیوں گھنڈ کترا بیٹھا
ایتھے کم میاں خبردار داہئی

ترجمہ: نادان! تو سویا رہا، چور تیری جیب سے کرایہ کے پیسے بھی نکال لے گئے، اب کیا ہوسکتا ہے؟

۶۔ بنا ٹکٹ دے ٹیٹیاں پھڑ لیا
ہوسی حال چو چور بدکار داہئی

ترجمہ: دیکھو اگر تمہیں بغیر ٹکٹ کے گاڑی میں سوار ہونے پر ٹکٹ چیک کرنے والوں نے پکڑ لیا تو تیری حالت وہ ہوگی جو چور اور بدکردار شخص کی ہوتی ہے۔

۷۔ لگے دوناں کرایہ نال عزت جاسی
پلس مین بھی کھل اتار داہئی

ترجمہ: تیرے اس طرح پکڑے جانے پر تجھ سے اصل کرایہ سے دوگنا وصول کیا جائے گا اور پولیس کا سپاہی تجھے سخت مار بھی مارے گا لہذا تو اپنے ٹکٹ (نیک اعمال) کا خیال رکھ ٹکٹ کے بغیر

نہ سواری، نہ عزت

۸۔ شام دین میاں جو ٹکٹ دا فکر رکھے
رات اکھیاں وچ گزار داہمی

ترجمہ: شام دین میاں (شاعر کا نام)! جو اپنے جنت کے ٹکٹ (نیک اعمال) کے لئے فکر مند ہو، وہ رات غفلت کی نیند نہیں سوتا بلکہ جاگ کر گزارتا ہے۔

اسی طرح دنیا کی عارضی زندگی، موت، قبر کی تیاری اور آخرت کی فکر کے لئے یہ اشعار بھی اکثر پڑھا کرتے تھے۔

کر تیاری سفر والی بنھ لے محکم بھارنوں
ہک ہکلاں جاوڑیں گا قبر دھندو کارنوں

ترجمہ: اے میرے دوست! موت کے سفر کی تیاری اور اس کے لئے پکا پکا سامان کر لے، کیونکہ تو نے ایک دن تن تنہا اندھیری قبر میں داخل ہونا ہے۔

سرتا لگیں جد پشا کاں پٹرے گھت اُتاریاں
ٹُٹ جاس اس دیہاڑے سانجاں تیریاں ساریاں

ترجمہ: اس دن سارے راز کھل جائیں گے جب غسل میت تخت پر تجھے لٹا کر تیسرے دنیوی زیبائش کے لباس اتار لیے جائیں گے۔ یہ وہ دن ہوگا، جس دن تیرے دنیوی دوستوں سے رشتے ناطے بالکل ٹوٹ جائیں گے۔

کھلیاں رہن بھیناں ماواں کر کے باہیں لمبیاں
ہتھیں دیسن توڑ تینوں وین کرن نکمیاں

ترجمہ: تیری بہنیں اور مائیں (ماں، نانی، دادی) لمبے لمبے ہاتھ پھیلا پھیلا کر تیرے لئے رو رہی ہوں گی، مگر ان کا رونا دھونا تجھے قبر کی اندھیر کوٹھڑی میں جانے سے نہیں بچا سکے گا، بلکہ وہ اپنے ہاتھوں تجھے قبر کی طرف روانہ کر رہی ہوں گی۔

پھر دنیا اور دنیا داروں کے رشتوں اور تعلقات کی ناپائیداری اور بے قدری کا دردناک نقشہ کھینچنے اور سامعین کو ذہن نشین کرانے اور اس پر غور وفکر کی دعوت دینے کے لئے یہ اشعار پڑھتے پڑھتے اکثر اوقات آپؒ خود پر بھی گریہ طاری ہو جاتا۔

؎ میں مسافر بے وطن تے منزلاں نے لمبیاں
گئے مسافر کوچ کر کے نہ اوڑیکن دھمیاں

ترجمہ: میں ایسا مسافر ہوں جس کا کوئی دنیا میں وطن نہیں (میرا وطن قبر اور آخرت ہے) میری طرح کے اور جتنے مسافر تھے وہ مر کر کوچ کر گئے، اگر انہیں رات کو جانا تھا تو وہ رات ہی رختِ سفر باندھ گئے، انہوں نے صبح ہونے کا بھی انتظار نہ کیا دراصل وہ اپنی مرضی سے ایسا کر بھی نہیں سکتے تھے۔

؎ اک رات رہنی میری مشکل جس گھر موجاں مانیا
اوہیں گالی عمر ساری وانگ لوناں پانیاں

ترجمہ: جس گھر میں عمر بھر عیش وآرام سے گزارے اب مرنے کے بعد اس گھر میں ایک رات ٹھہرنا بھی مشکل ہے۔ اب جا کر راز کھلا کہ میں نے تو ساری عمر یونہی گزار دی (میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں) جیسا پانی میں نمک ڈال دیں تو نمک نمک نہیں رہتا پانی بن جاتا ہے، (نمک کا اپنا وجود ہی نہیں) یہی انسان کی زندگی کی حیثیت ہے۔

غلط رسومات اور بدعات کی اصلاح

آپؒ کے مواعظ ونصائح کا بڑا حصہ غلط رسومات کی اصلاح اور بدعات کی تردید ہوتا تھا، مگر میں نے ان کی جتنی تقاریر سنی ہیں وہ دینی شخصیات کو ہدف تنقید بنا کر یا اس کا نام لیکر بھی بیان نہیں کرتے تھے۔ اپنی تقاریر میں مناظرانہ انداز نہیں فرماتے تھے۔ مثبت اور ناصحانہ انداز میں گفتگو فرماتے تھے، کسی کی خواہ مخواہ دل آزاری ان کا مسلک نہ تھا البتہ پھر بھی اگر کوئی برا مناتا تو اس کی پرواہ نہیں کی، حق بیان کرنے کو ترجیح دیتے تھے، گویا

؎ حریف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدایانِ خانقاہی
انہیں ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شق نہ ہو سنگ آستانہ

دراصل آپؒ اس اس قافلہ حق گوئی و بیباکی کے قائد تھے، جنہیں حق بات سے کوئی لالچ، کوئی دھمکی اور مالی خسارا انہیں روک سکا۔ وہ دکھ سہہ کر ہی جئے مگر حق کہنے سے باز نہ آئے، اگرچہ اس راہ میں بے شمار تکالیف اور رکاوٹیں آئیں، گویا

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی

والا معاملہ تھا، مگر صبر اور ہمت کے ساتھ وہ یہ تمام کچھ برداشت کر گئے اور الحمد للہ کامیاب بھی رہے

ع ہم تو تاریخ بناتے ہیں جدھر جاتے ہیں

بدعات کے بارے میں آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ بدعت وہ ہے جس کا جود آپ ﷺ کے زمانہ مبارک، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین، اہل سنت والجماعت کے چاروں آئمہ رحمھم اللہ کے دور میں نہ ہو یا پھر ان تمام اکابرینؒ کے کسی قول یا فعل سے ثابت نہ ہو۔ دین میں اپنی مرضی یا رواج سے سمجھوتہ کر کے یا کسی بزرگ کے قول کو سند بنا کر کوئی ایسی بات کو عبادت اور جائز سمجھ کر اور اس پر عمل نہ کرنے والوں کو گستاخ اور بدعمل قرار دینا۔ یہ بدعت اہل سنت والجماعت کے چاروں ائمہ کرام کے نزدیک گمراہی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی حدیث مبارکہ میں تحریر فرمایا:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِ نَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ (۱)

وفی روایۃ المسلم مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَافَهُوَ رَدٌّ (۲)

ترجمہ: جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات شامل کی یا عمل کیا جو اس (دین) میں نہیں ہے وہ رد ہے۔

۱۔ متفق علیہ: بخاری، ج5، نمبر 221

۲۔ صحیح مسلم، نمبر 1718

مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں: جس کسی نے ایسا عمل کیا، جس پر ہمارا حکم نہیں وہ رد ہے، (نامقبول اور قابل مواخذہ ہے) ایک اور مقام پر فرمایا

وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ(۱)

ترجمہ: ہر بدعت گمراہی ہے

یہاں پہنچ کر وہ اکثر اپنی تقاریر میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے

؎ سب بدعت گمراہی بھائی وچ حدیثاں آیا

واہی عمل اجاڑے بدعت دس کیا نفع کمایا

ترجمہ: اے میرے بھائی! تمام بدعت گمراہی ہے جیسے نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ میں آیا ہے، بدعت والے اعمال بالکل بربادی ہیں، اب بتا میرے بھائی تو نے ایسے عمل کر کے کیا فائدہ حاصل کیا؟

پھر بدعت کے معنی و مطلب میں عموماً یہ شعر پڑھا کرتے:

؎ بدعت اوہ جو حضرت ویلے سلف زمان نہ پاون

قول فعل ہور نوے پرانے ہبھے اعتقاد سناون

ترجمہ: بدعت ایسا قول و فعل ہے جو کریم ﷺ کے زمانہ مبارک سے سلف صالحین، صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین، تابعین و تبع تابعین رحمھم اللہ اور ائمہ عظام رحمہ اللہ کے زمانے تک نہ پہنچا ہو، نہ ہی ان سلفؒ سے شروع ہوا ہو، بلکہ یونہی بے سند قول و فعل کی روایات گھر پر بیٹھے نئے اعتقاد بنائے جائیں۔

۱۔ مسلم، نمبر 867

مرض اور وصال

علم وعرفان کے داناؤں کا قول ہے: الموت جسر یوصل الحبیب بالحبیب کہ موت تو صرف ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے، نبی کریم ﷺ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور صلحاء امت نے اپنی موت سے پہلے کئی بار اظہار کیا کہ غم اور رونے کی بات نہیں بلکہ خوشی کی بات ہے کہ ادھر آنکھ بند اُدھر کریم ﷺ اور آپ کی جماعتؓ سے ملاقات ہو جائے گی۔ بقول شاعر مشرق علامہ اقبالؒ اللہ کریم کے مخلصین اپنی موت کو موت نہیں بلکہ دل کا دروازہ کھلنا سمجھتے تھے، فرماتے ہیں۔

ہلاکت نہیں موت اُن کی نظر میں　　کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو

دل کے دروازے ____ تک　　بہر حال اس پل تک یا اس درِ دل

پہنچنے کے لئے کئی بہانے بنتے ہیں کبھی شہادت کبھی بیماری کبھی کوئی اچانک حادثہ وغیرہ۔

حضرت مولانا قطب الدین رحمہ اللہ علیہ کو بھی اس بہانہ کا شکار ہونا پڑا۔ آپؒ نے زندگی کے تقریباً 70 سال بھر پور مصروفیت تعلیم، تدریس، تبلیغ، اصلاحی کاموں میں گزارے، رخش عمر پوری توانائی اور شان وشوکت کے ساتھ دوڑ اگر پل پر پہنچنے سے چار سال قبل تھک گیا اور فالج کی بیماری نے اُسے گھر کا بنا کر رکھ دیا، اگر حضرت کے بس میں ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے بلکہ شب وروز اپنی تبلیغی مصروفیات کو جاری رکھ کر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے بھلائی کرتے رہتے، مگر ایسا کرنا اُن کے بس میں نہ تھا کہ رخشِ عمر کو اپنی مرضی سے چلاتے، گویا

؎ رو میں ہے رخشِ عمر دیکھئے کہاں تھمیں
نہ ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب پر

ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا:

جب خدمت دین جوان کی زندگی کا اولین مقصد تھا کے سارے کام چھوٹ گئے، تو اس حالت میں دل کا پریشان ہونا ایک فطری عمل تھا، لہذا عمر رفتہ بلکہ شباب رفتہ کو آواز دینے کے لئے

آپ نے تمام جتن کیے، ویسے بھی علاج کرانا نبی کریم ﷺ کی سنت اور صلحاء امت کا طریقہ رہا ہے، آپ نے بھی اس سنت پر عمل کیا، آپؒ نے رام پورہ (تحصیل وضلع بہاولنگر) کے ڈاکٹر راؤ محمد یوسف صاحب، بہاولنگر ڈسٹرکٹ ہسپتال کے ڈاکٹر محمد اکمل صاحب، ملتان کے ایک مشہور حکیم طارق صاحب سے علاج کرایا، آخر میں احباب کے مشورہ سے میو ہسپتال لاہور گئے مگر معاملہ ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

والا تھا، پڑے پڑے کئی بار کریم آقا سے التجا کرتے

مرض لادوا کی دوا کس چاہوں؟

تو شافی ہے مرا میں بیمار تیرا

مگر معاملہ ع آخر اس بیماری دل نے اپنا کام تمام کیا

والا بنا اور امت مسلمہ کے یہ محسن و مربی، بے مثال خطیب وواعظ اور مرشد ورہنما 19 نومبر 2011ء سوموار اور منگل کی درمیانی رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنے محبوب حقیقی اور کریم سلطان جل جلالہ سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

(یقیناً ہم اللہ کریم ہی کے بندے ہیں اور یقیناً ہم اسی کریم آقا کی طرف لوٹنے والے ہیں)

اور یوں وہ پل پار ہو گیا، جس پر سے گزر کر دوست اپنے دوست سے مل جاتا ہے کہتے ہیں جس رات کریم سلطان کے دربار حاضری کا وقت تھا، آپ بظاہر بالکل صحت مند لگتے تھے، کہیں کریم آقا یا کریم نبی ﷺ کی کوئی جھلک دیکھ کر تو نہیں؟ یا ہمیشگی کے گھر کی طرف تیاری کے لئے توانا ہو گئے ہوں؟

ع میانِ عاشق و معشوق رمزیست

تجہیز و تکفین

غسل و کفن کے بعد جنازہ کے لیے منشی اتاڑ کے مغرب میں لب شاہی سڑک ایک جگہ

کا انتخاب کیا گیا جو تقریباً آٹھ ایکڑ تھی۔ مگر آپ کے عقیدت مندوں کا انبوہ ایسا اُمڈا کہ یہ جگہ اپنی تنگی کی شکایت کرتی نظر آئی۔ ہر مکتبہ فکر اور ہر شعبہ زندگی کے اشخاص کو دیکھا، مگر زیادہ تعداد غریب عقیدت مندان کی تھی جو ہزاروں کی تعداد میں آئے تھے، اور اپنے محسن و مربی کو الوداعی دعاؤں کا تحفہ پیش کرنے آئے تھے۔

.اگرچہ جنازہ میں بڑے بڑے اساتذہ کرام، علماء عظام اور تصوف وسلوک کے منارہ نور شریک تھے، مگر نماز جنازہ مولانا ناصر الدین خاکوانی مدظلہ نے پڑھائی، حالانکہ مرنے والے رحمہ اللہ کے لائق بیٹے بھی موجود تھے۔

مرقد مبارک

آپؒ کو فدائی شاہ کے قبرستان میں تمام مسلمانوں کے ساتھ سپرد خاک کیا۔

قبر مبارک: کوئی نمایاں نشان ہے، نہ کوئی خانقاہی نقشہ ہے، نہ نمایاں علامت، یہاں آپ صور پھنکنے کے انتظار میں زمین اوڑھے محو استراحت ہیں۔

آسمان تیری لحد پر شبنم آفشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بعد میں عقیدت مندان کے اصرار پر مرقد شریف کے اردگرد تقریباً تین چار فٹ دیوار کھڑی کردی گئی ہے تاکہ قبر مبارک کو دیکھنے اور فاتحہ خوانی کرنے والوں کو تلاش کی تکلیف نہ ہو اور یوں

ع بجنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

(اگر تو میرے جنازہ میں شریک نہ ہوسکا، تو میرے مزار پر ہی آجانا) والا سلسلہ قائم رہے۔ اگرچہ آپؒ نے مرض الموت کے دوران اپنے بیٹوں کو جو تلقین فرمائی، اس میں ایسی چاردیواری اگرچہ معمولی اور چھوٹی ہو____ کی اجازت شامل نہ تھی۔

بیماری کے دوران نماز اور دیگر معمولات

آپؒ فالج کے مریض تھے اور کم عرصہ نہیں چار سال تک صاحب فراش رہے مگر فرض

نمازوں بلکہ نوافل تک کا اہتمام فرماتے۔ فرض نمازیں گھر پر مگر باجماعت ادا کرتے، اگر کبھی ایسا موقع ہوا کہ گھر پر اُن کے صاجزادگان میں سے کوئی موجود نہیں تو مجبوراً تنہا ادا کرتے مگر اس پر افسوس کا اظہار فرماتے۔

اُن کے صاجزادے حافظ سعید احمد فاروقی صاحب نے بتایا کہ دوران بیماری کوئی ایسا کلمہ زبان پر نہ آیا جس میں کریم آقا و مولیٰ کا شکوہ ہو اور کوئی خیریت دریافت کرنے آتا تو فرماتے، میرے کریم کا کرم ہے، بس دعا کریں کوئی معمولی تکلیف ہے بھی تو وہ کریم آقا دور فرمادے۔ جسم پر زخم تھے مگر کسی کو دکھایا نہیں کرتے تھے، حتی کہ لاہور میو ہسپتال کے ڈاکٹر نے ملاحظہ کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ ابا حضورؒ کے جسم پر زخم کیا ہیں۔

بڑے ماموں جی

مولانا قطب الدین چشتی فاروقی صاحب نانی اماں کے بڑے بھائی تھے۔امی ہمیشہ ان کا ذکر 'بڑے ماموں جی' کہہ کر کیا کرتیں۔لہذا ہم سب بہن بھائی بھی ان کو بڑے ماموں جی ہی بلانے لگے۔ہم کبھی کبھار اپنے گاؤں فیروز پور چشتیاں (پاکپتن) سے ننھیال گاؤں منشی اوتاڑ جاتے تھے۔گھر میں ہم سب بچے خوب اودھم مچاتے۔بڑے ماموں جوں ہی گھر کی دہلیز پار کرتے سب بچے دبک جاتے۔ان کی شخصیت کا رعب و دبدبہ ایسا تھا کہ ان کی موجودگی میں بچوں کی شرارتیں نڈھال سی ہو جاتی تھیں۔سرخ وسفید رنگت،سنجیدہ باریش چہرہ،آنکھوں میں بلا کی چمک جو سرمے کی سلائیوں سے اور بھی دو آتشہ ہو گئی ہو،سر پہ سلیقے سے بندھی دستار،صاف ستھرا جاذب نظر لباس،پیروں میں چمڑے کے سادہ جوتے،میانہ قد،گٹھا ہوا جسم،بھاری بھرکم گرجدار آواز،غرض کہ ایسا جلال ہوتا کہ ہم بچے سہم سے جاتے اور اودھم چھوڑ،کپڑے جھاڑ کھاٹ پہ بیٹھ جاتے۔

ہم نہ جانے کیوں بھیگی بلی بن جاتے تھے حالانکہ وہ بچوں سے بے حد شفقت سے ملتے تھے۔یوں بے تکلفی سے ملتے جیسے ہم جماعت ہوں اور برسوں کا یارانہ ہو۔ہم سے بات کرتے تو مسکراہٹ ان کے چہرے پہ بکھری ہی رہتی۔امی بتاتی ہیں کہ بڑے ماموں جب بھی محمد پور سنساراں سے درس دے کر گھر لوٹتے تو کچھ نہ کچھ کھانے کو ضرور لاتے۔سب سے پہلے بچوں میں تقسیم کرتے۔صحن میں گویا منادی کرتے 'بچو آجاؤ لڈو کھالو'۔کھانے میں خواہ مٹھائی ہوتی یا پھل وہ 'لڈو' ہی کہتے تھے۔اپنے ہاتھوں سے بلا تفریق تمام بچوں میں مساوی بانٹ دیتے۔گویا بچوں کو مساوات کا درس دے رہے ہوں اور بڑوں کو بچوں سے شفقت سے پیش آنے کا سلیقہ سکھا رہے ہوں۔لڈو بانٹتے ہوئے وہ شیر خوار بچوں کو بھی نہ بھولتے اور ان کا حصہ اس کی ماں یا باپ کی جھولی میں ڈال دیتے۔

نانی اماں بتاتی ہیں کہ ان کے بابا (والد گرامی) کی شدید خواہش تھی کہ بیٹا عالم دین بن

جائے اور دینی معاملات میں لوگوں کی خدمت کرے۔ لہذا انہوں نے کھیتوں میں ہل چلانے اور بیج بوانے کی بجائے بیٹے کو حصول علم کے لیے بھاگ سر، منڈی صادق گنج اور ملتان کے مدارس میں بھیجا جہاں سے وہ قرآن، حدیث، تفسیر و دیگر مذہبی علوم کے موتی چن لائے اور اپنے علاقے کے لوگوں کے تہی دامن میں انڈیل دیے۔

تعلیم مکمل کر کے گھر آئے تو بابا بے حد خوش ہوئے۔ جو خواب برسوں پہلے دیکھا تھا اس کی تعبیر پالی تھی۔ مولانا قطب الدین چشتی ایسے ہونہار بیٹے ہی والدین کے سپنے پورے کرتے ہیں۔ ماں باپ کے قلبی سکون اور روحانی اطمینان کا سامان بن جاتے ہیں۔ اماں نے بتایا کہ بھائی ابھی زیرِ تعلیم تھے جب گھر ملنے آتے تو گھر کے سامنے چبوترے پہ بستی والوں سے خطاب کرتے اور تبلیغ و تدریس کا سلسلہ چلاتے۔ تب متحدہ ہندوستان تھا اور بٹوارہ نہیں ہوا تھا۔ پڑوس میں منشی اوتاڑ کے ہندو نمبردار تلسی داس کا گھر تھا جو مولانا قطب الدین کا وعظ سن کر بہت متاثر ہوا۔ اس نے بابا کو مبارک دی تھی۔ کہتا تھا بیٹے کے پاس علم ہے اور بات کرنے کا ڈھنگ ایسا ہے کہ باتیں دل میں اتر جائیں۔

درس و تدریس اور تبلیغ میں انہوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ہزارہا طلبا کو لگن اور محنت سے پڑھایا۔ آپ شعلہ بیاں مقرر تھے۔ آپ ایسی مدلل، منطقی اور علمی تقریر کرتے کہ سامعین آپ کے گرویدہ ہو جاتے۔ آپ کو لوگ وعظ کی دعوت دیتے اور آپ بستی بستی، شہر شہر اور نگر نگر سحر انگیز بیان کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرنے کی تڑپ پیدا کرتے۔ آپ جہاں دیدہ دانشور تھے۔ فرقہ واریت کو ہوا دینے والے روایتی مولویوں سے انہیں چڑ تھی۔ انہوں نے ہمیشہ امن، محبت، بھائی چارے اور احترام آدمیت کا درس دیا۔ تفرقے اور گروہوں میں بٹے معاشرے کے لیے یہ ان کی عظیم خدمت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے مداحوں اور پرستاروں میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شامل تھے۔

امی کہتی ہیں کہ بڑے ماموں جی اصول پسند آدمی تھے۔ اپنی روزمرہ زندگی کو اسلامی

اصولوں کے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔ضرورت منداور محتاج کی دادرسی کرتے۔کوئی ادھار مانگتا تو حتی المقدورکوشش کرتے کہ وہ مایوس نہ پلٹے۔آپ صرف اچھی باتوں اور شائستہ گفتگو کرنے کے ماہر ہی نہ تھے بلکہ کام کے بھی دھنی تھے۔

پھر آپ تن تنہا بستی میں بچوں کو دینی تعلیم دینے کا بیڑا اٹھانے کی ٹھان لی اور جامعہ فاروقیہ تحفیظ القرآن کی بنیاد رکھی۔جس میں علاقے کے ہزاروں طلبا استفادہ کرتے ہیں۔ایسا ادارہ قائم کیا جو علم دوستی، حقیقی خدمت اور تعاون پہ یقین رکھتا ہے۔انہوں نے ایسا پیڑ لگایا تھا جس کے گھنے سائے میں علم وآگہی کے متلاشی بچے ستاتے ہیں اور راحت قلب وجاں پاتے ہیں۔ مولانا نے ایک چھوٹی سی بستی میں نور کا وہ مینار روشن کیا جس کی روشنی چہار سو پھیل گئی۔نیک اور عظیم بستیاں روشنی کی ایسی ہی کرنوں کی صورت ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔

دکھیاراں دے دکھاں دے وچ جنداں جالن والے

وسدے رہن اجاڑاں دے وچ دیوے بالن والے

دسمبر کا ٹھٹھرتا مہینہ تھا اور دو ہزار گیارہ کا سن۔بڑے ماموں جی دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ان کے جنازے میں شرکت کرنے کے لیے لوگوں کا ایک سیلاب اُمڈ آیا تھا۔منشی اوتاڑ کے مغرب میں کسی کسان نے کئی ایکڑ پھوٹتی گندم ان کے نماز جنازہ کے لیے وقف کرنے کو اعزاز سمجھا تھا۔ساڑھے تین دہائیوں کی اپنی زندگی میں اتنا بڑا جنازہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔یہ مولانا قطب الدین چشتی
صاحب کی عظمت اور بزرگی کا ثبوت تھا کہ بستیوں کی بستیاں ان کو وداع کرنے اور دعا دینے کو اکٹھی ہو گئی تھیں۔

ہر چہرہ سوگوار تھا۔ہر آنکھ پرنم تھی۔ہر شخص ماتم کناں تھا۔ان کے شاگرد آپ کی شفقت ،محبت اور علمیت کی گواہی دے رہے تھے۔آپ کے مریدین ایک عالم باعمل اور ایک پیر کامل سے محروم ہونے کا نوحہ پڑھ رہے تھے۔آپ کے پرستار سامعین آپ کی شعلہ بیانی اور مترنم آواز کو یاد

کرر ہے تھے۔ جنازے میں شریک جم غفیر کا ہر فرد ان کی بھلائی کا چرچہ کرر ہا تھا۔ ہر سو ان کی عظمت کا ذکر تھا۔ان کے پارسا ہونے کی شہادتیں تھیں۔آواز خلق نقارہ خدا ہوتی ہے۔آواز خلق آپ کے انتقال کے غم میں رندھ جانے کے باوجود اتنی توانا تھی کہ آسمان تک ضرور پہنچی ہوگی۔

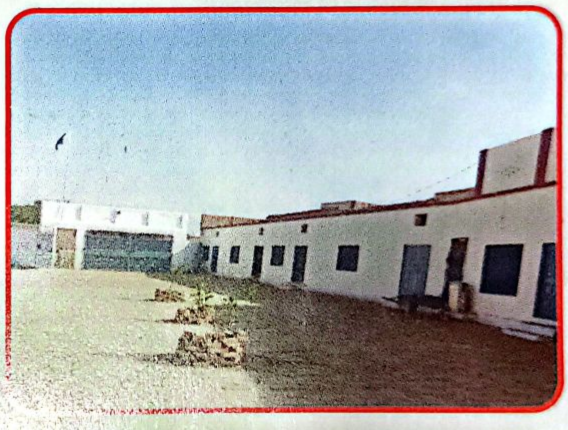
آپ کے دور جانے سے آنکھیں اشکبار تھیں۔فضا سوگوار تھی۔گندم کی ننھی ننھی سبز کونپلیں بھی سرنگوں اداس سی کھڑی تھیں۔میرے پاس کھڑا ایک شخص کہہ رہا تھا" جنازے کے شرکاء کی تعداد بتارہی ہے کہ مولانا صاحب اللہ کے سچے اور پکے دوست تھے۔" خدا ان کو غریق رحمت کرے۔آمین

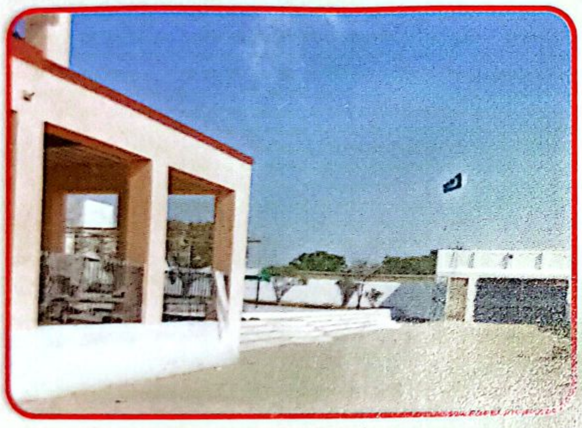
احمد نعیم چشتی لیکچرار (انگریزی)
ہائیر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، پنجاب۔

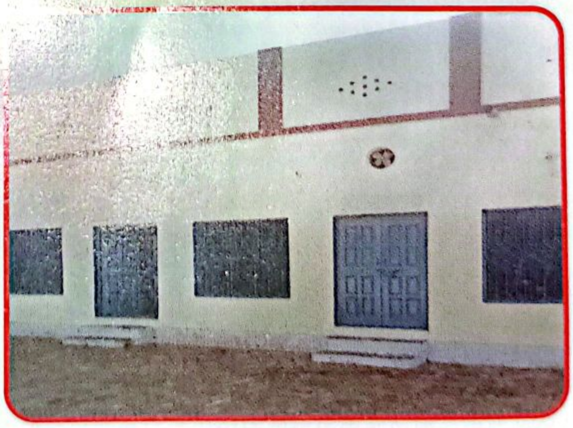
جامعہ فاروقیہ تحفیظ القرآن کی تصویری جھلکیاں













جامعہ فاروقیہ تحفیظ القرآن

منشی اوتاڑ ضلع بہاونگر 0301-7683886